التوسل والوسیلۃ

مصنف

شیخ عبدالکریم محمد المدرس البغدادی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم

لیاقت علی اعوان
M.A. M.Ed.
فاضل بھیرہ شریف

شعبہ نشرواشاعت مدرسہ جمال القرآن برائے طالبات پپل خوشاب

نام کتاب..........التوسل والوسیلہ

مصنف..........شیخ عبدالکریم محمد المدارس البغدادیؒ

مترجم..........ملک لیاقت علی اعوان (فاضل بھیرہ شریف)

اشاعت..........باراول

تعداد..........ایک ہزار

کمپوزر..........آصف شکیل اعوان

ڈیزائنر..........مزمل حسین مغل

ناشر..........مدرسہ جمال القرآن پیل

قیمت..........40 روپے

نوٹ: کتاب ہذا کی تمام آمدنی مدرسہ جمال القرآن پیل کے لیے وقف ہے

ملنے کا پتہ ≡ مدرسہ جمال القرآن

ڈاکخانہ بمقام پیل تحصیل وضلع خوشاب

ایصال ثواب

الانتساب

بحضور زبدۃ السالکین

حضرت پیر صدرالدین شاہ الہاشمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

المعروف پیر خواجہ نوریؒ

دربار عالیہ پیل شریف خوشاب

طالب دعا

ملک لیاقت علی اعوان

خطیب جامع مسجد عالمگیر

پیل شریف

توسل اور وسیلہ

نبی کریم ﷺ کی بارگاہ کو اہم ترین امور میں وسیلہ بنانا جائز ہے نیز دعاؤں کی قبولیت ،ضروریات کی تکمیل، گناہوں کی معافی، مشکلات کا حل، نیک آرزوؤں کی تکمیل کے لیے اور ہر جائز مطالبہ جو ایک بندہ مومن کا وسیلہ اس دنیا میں معتبر ترین ہے مزید برآں کہ بھلائی کے تمام دروازے آپ ﷺ کے توسل سے ہی کھل سکتے ہیں جو آدمی حضور علیہ السلام سے توسل و وسیلہ کا منکر ہے اس کی بات کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ اس کا یہ نظریہ قرآن وسنت اور (آغاز بدعات و مذہبی خواہشات نفس سے پہلے) اجماع امت کے خلاف ہے نیز بدعتی کا قول ایک معمولی ساشبہہ ہے جس کی آگ اللہ تعالیٰ کے مقدس نور کے جھونکے سے بجھ جائے گی ۔ ہم اہل سنت والجماعت جس توسل و وسیلہ کے قائل ہیں وہ قرآن وسنت اور (آغاز بدعات و مذہبی خواہشات نفس سے پہلے) اجماع امت سے ماخوذ ہے اور شرعی طور پر اس طرح کا عمل درست اور جائز ہے۔

قرآن پاک کا تصور وسیلہ

اللہ رب العزت کا فرمان ذی شان ہے۔

وَكَانُوْ مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْ افَلَمَّا جَاءَ هُمْ مَا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ـ ۱

"(اور وہ اس سے پہلے فتح مانگتے تھے کافروں پر (اس کے وسیلے سے) تو جب تشریف فرما ہوا ان کے پاس وہ نبی جسے وہ جانتے تھے تو انکار کر دیا اس کے ماننے سے)۔"

یہ آیت طیبہ بنو قریظہ اور بنو النصیر کے بارے میں نازل ہوئیں کہ یہ حضور علیہ السلام کے مبعوث ہونے سے پہلے حضور ﷺ کے وسیلہ سے اوس اور خزرج قبیلوں کےخلاف اللہ تعالیٰ سے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے اس روایت کو عبداللہ ابن عباس اور قتادہؓ نے اسی طرح روایت کیا ہے اس کا مطلب ہے کہ یہودی اللہ تعالیٰ سے مشرکین کے خلاف فتح کے لیے آپ ﷺ کی ذات کو دعا میں بطور وسیلہ پیش کرتے تھے۔

جیسا کہ الاسدی روایت کرتے ہیں کہ جب ان یہودیوں اور مشرکین کے درمیان جنگ شدت اختیار کر لیتی تو وہ تورات کو نکالتے اور اپنے ہاتھوں کو اس جگہ رکھتے جس جگہ سرور کائنات، فخر موجودات کا ذکر مبارک ہوتا اور پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں عرض کناں ہوتے۔

" اے اللہ! ہم تجھ سے اس نبی مکرم کے وسیلہ سے عرض کرتے ہیں وہ عظیم الشان نبی جو آخر الزمان ہے اس کے صدقے سے تو ہمیں ہمارے دشمنوں پر فتح عطا فرما۔ پس ان کی مدد کی جاتی تھی"۔

بنو قریظہ اور بنو النضیر اہل کتاب تھے جب کہ اوس و خزرج مشرک قبیلے تھے۔

سابقہ شریعت پر عمل کرنا درست ہے جب تک اس کو منسوخ نہ کیا جائے۔

---

۱ سورہ البقرہ..........آلایۃ (۸۹)

اسی طرح اللہ تعالی کا یہ بھی فرمان ہے۔

وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَه.۲

''اسکی طرف وسیلہ ڈھونڈو''۔

اس آیت طیبہ کے ظاہر سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ زندہ یا فوت شدہ اشخاص سے توسل جائز ہے اسی طرح اعمال صالحہ اور شرعی امور کو وسیلہ بنانا جائز ہے اگر وسیلہ بمعنی واسطہ ہو تو اس صورت میں ہر شرعی سبب کے لیے ایک تیسری ذات کا ہونا ضروری ہے اور اگر یہ اللہ تعالی کے ہاں قرب و منزلت کے معنی میں ہے تو اس صورت میں مفعول کو حذف کر دیا گیا ہے۔

جو غیر واضح ہے کیونکہ اللہ تعالی کا یہ فرمان (وابتغوا) (تلاش کرو) یہ ہر اس چیز کو شامل ہے جو قرب الہی کا سبب بنے۔

قرآن کریم کی یہ بلاغت ہے کہ عمومی فائدے کے لیے متعلقات کو حذف کر دیا جاتا ہے۔ مثلاً یہ فرمان الہی۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ.۳

''فرما دیجئے کیا کبھی جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہو سکتے ہیں''۔

یعنی یہ بات معلوم ہے کہ یہاں دونوں برابر نہیں۔

اس طرح یہ حکم الہی کہ۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ.۴

''اور اللہ تعالی بلاتے ہیں (امن و سلامتی) کے گھر کی طرف''۔

اس کا مطلب ہے سب بندوں کو اللہ تعالی بلاتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالی کا یہ فرمان ہے کہ۔

۲۔ سورۃ المائدۃ..........(۳۵)　۳۔ سورہ الزمر..........(۹

۴۔ سورہ یونس..........(۲۵)

وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَة .

''اور اللہ تعالی کی طرف پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو''۔

اس آیت طیبہ سے ثابت ہوا کہ ہر وہ وسیلہ بنانا جائز ہے جس کی شریعت میں ممانعت نہیں ہے۔

اس لیے حضرت عمر فاروقؓ نے قحط کے دور میں حضرت عباسؓ کے وسیلے سے دعا کرائی اور یہ فرمایا

هٰذا وَاللّٰهِ الْوَسِيْلَةُ اِلَى اللّٰهِ.۵

''اللہ رب العزت کی قسم یہ تو اللہ کی طرف وسیلہ ہیں''۔

ابن عبد البر نے الاستیعاب میں یہی لکھا ہے۔

۵۔ بخاری شریف حدیث نمبر 1010 اور دوبارہ نمبر ۳۷۱۰ پر لکھا الفتح لابن حجر (۲۔۴۹۷)

احادیث طیبہ میں وسیلے کا تصور

حضور ﷺ کی ذات بابرکات کو وسیلہ بنانا احادیث مبارکہ کی رو سے بھی جائز ہے۔

ایک حدیث طیبہ جو عثمان بن حنیفؓ سے مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک اندھا آدمی نبی کریم، رؤف الرحیم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ میرے لیے دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے آنکھیں عطا فرمائے آپ ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو دعا کروں اور اگر تو صبر کرنا چاہے تو یہ تیرے حق میں بہتر ہے اس آدمی نے عرض کی آپ میرے لیے دعا فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا۔

جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو اور دو رکعت نماز ادا کرو پھر یہ دعا مانگو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ ﷺ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَارَسُولَ اللّٰہِ اِنِّیْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ۔ ۶

حضرت عثمان بن حنیف فرماتے ہیں کہ ہم کو اللہ تعالیٰ کی قسم کہ ابھی ہم اٹھے نہ تھے اور زیادہ گفتگو بھی نہ کی تھی کہ وہ آدمی ہمارے پاس آیا اور ایسا معلوم ہوتا تھا گویا وہ اندھا ہی نہیں تھا۔

اس حدیث کے ظاہر سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ نے اس آدمی کے لیے اس طرح دعا نہیں فرمائی جس طرح اس نے عرض کی تھی اس نے صرف حضور ﷺ کے ارشاد گرامی پر عمل کیا اور اس وقت اس نے حضور ﷺ کی ذات کو وسیلہ بنا کر دعا کی آپ ﷺ کا یوں حکم ارشاد فرما دینا۔ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ کی ذات کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔

---

۶ حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔ (۱۔۵۲۶) اور کہا کہ بخاری کی شرائط کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے

۔ ترمذی حدیث نمبر ۳۵۹۵ طبع قاہرہ ابن ماجہ حدیث نمبر ۱۳۸۵

حضور علیہ السلام نے اس آدمی کو یہ دعا سکھلائی۔ اور عمومی فائدے کے لیے آپ نے خود اس کے لیے دعا نہیں فرمائی اسی وجہ سے سلف وخلف سب لوگوں نے اپنی حاجات کو پورا کرنے کے لیے اس دعا کو استعمال کیا۔

اس دعا کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ حاصل کی جائے اور حضور ﷺ کی ذات پاک کو وسیلہ بناتے ہوئے اس کی بارگاہ میں اپنی پریشانی کا اظہار کیا جائے تاکہ مقصود کا حصول آسان ہو جائے اس کے ساتھ ساتھ دعا کرتے ہوئے اس بات کو پیش نظر رکھا جائے کہ کام کرنے والی ذات باری تعالیٰ بااختیار ہے اور اس پاک ذات کی توجہ اسباب سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی زندگی میں اور وفات کے بعد آپ کی ذات سے وسیلہ پکڑنا جائز ہے اس حدیث مبارکہ سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ حضور علیہ السلام کی ذات سے توسل جائز ہے اس بات سے قطع نظر کے اندھے کی دعا حضور علیہ السلام کی دعا سے قبول ہوئی یا اس کے اپنے دعا کرنے سے ہمارے لیے تو حضور علیہ السلام کی یہ دعاء ماثورہ ایک واضح دلیل ہے اور اس حدیث مبارکہ کی صحت پر حفاظ حدیث کی ایک جماعت کا اتفاق ہے

اسی طرح فاطمہ بنت اسدؓ جو حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کی والدہ محترمہ تھیں اور انہوں نے حضور علیہ السلام کی بھی پرورش فرمائی تھی جب آپؓ وفات پاگئیں آپ ﷺ تشریف لے گئے اور فرمایا۔

رَحِمَکِ اللّٰہُ یَااُمِّی بَعْدَ اُمِّی۔

اللہ تجھ پر رحم فرمائے اے میری ماں (آمنہؓ) کے بعد ماں اور اس کے بعد آپ نے کفن کے لیے اپنی چادر عطا فرمائی اور قبر کھودنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ لحد آپ نے اپنے دست مبارک سے بنائی۔

پھر اس میں لیٹ گئے اور یوں دعا فرمائی۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اِغْفِرْ لِاُمِّیْ فَاطِمَہ بِنْتِ اَسَدْ وَوَسِّعْ عَلَیْھَا مَدْ خَلَھَا بِحَقِّ نَبِیِّکَ وَالْاَنْبِیَاءِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ فَاِنَّکَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ. ۷

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ زندہ ہے اس پر موت نہیں ہے اے میرے اللہ میری ماں ۸ کو معاف فرمادے اس پر ان کی قبر کشادہ فرمادے اپنے نبی کے صدقے اور ان انبیاء علیہم السلام کے صدقے جو مجھ سے پہلے گزر گئے بے شک تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے''۔

مذکورہ حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے ایک کے وہ روح بن صلاح ہے جب کہ اس کے بارے میں حاکم فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ ہے اسی طرح ابن حبان نے اسے ثقہ لوگوں میں شمار کیا ہے یہ حدیث مبارکہ بارے میں نص ہے کہ وسیلے کے سلسلے میں زندہ و میت میں کوئی فرق نہیں ہے اس بات کی بھی وضاحت ہوگئی کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے توسل درست ہے۔

ایک حدیث مبارکہ حضرت ابو سعید الخدریؓ سے مروی ہے جس میں حضور علیہ السلام کی طرف سے ایک دعا پڑھنے کے لیے فرمایا گیا ہے اس کے کچھ الفاظ یوں ہیں۔

اللھم انی اسالک بحق السائلین علیک. ۹

''اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے صدقے''۔

یہ حدیث تمام مسلمانوں کے وسیلے سے سوال کرنے کے جواز پر دلالت کرتی ہے 'خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ۔

اس حدیث طیبہ میں ابن فوفق اچھی سند میں ابن مرزوق سے منفرد نہیں ہیں اور

---

۷ البخاریؒ۔ شرح القسطلانی (2-345) مسلم شیخ النووی فی ہامش القسطلانی (6-105)

۸ فاطمہ بنت اسد ۹ مسند امام احمد بن حنبل......(۳-۲۱)ابن ماجہ(۱-۲۵۶)

ابن مرزوق مسلمہ شخصیات میں سے ہے اور امام ترمذی نے ان سے متعدد احادیث میں مدد لی۔ انبیاء والصلحین خواہ زندہ ہوں یا مردہ۔ ان سے توسل وسیلہ امت مسلمہ کا معمول رہا ہے اور اس مسئلے پر ان کا اجماع صحیح ہے۔ اور بدعت و مذہبی خواہشات نفسیانیہ کے ظہور سے پہلے اس مسئلے پر کسی کا کوئی اختلاف ہماری نظروں سے نہیں گزرا توسل کی کئی صورتیں ہوتی ہیں لیکن سب کا مرجع ایک ہے اور وہ اللہ جل شانہ کی ذات بابرکت ہے جس کی بارگاہ بیکس پناہ میں متوسل التجاء کرتا ہے اور سفارش کے لیے عرض کرتا ہے کہ دعا درجہ قبولیت تک پہنچ جائے مسلمانوں کے لیے یہ بات واضح ہے کہ سفارش کے لیے عرض کا باب بہت وسیع ہے۔ اب ہم توسل و وسیلہ کی قرآن و سنت کی روشنی میں مختلف اقسام کو ملاحظہ کریں گے، اللہ تعالیٰ سمجھ کر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، امین یارب العالمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین

توسل کی پہلی صورت

اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی اس کے کلمات الٰہی اور انبیاء کرام علیہم السلام کے اسماء سے توسل

اللہ رب العزت کے اسماء وکلمات مبارکہ سے توسل کرنا بہت بڑی سعادت ہے اور اس میں انصاف پسند لوگوں کو کوئی اختلاف نہیں۔ ابن ماجہؒ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریمؐ نے فرمایا۔

اللھم اِنِّیۤ اَسْئَلُکَ بِاسْمِکَ الطاھر الطَّیِّبِ المُبَارَکْ الاحبُّ اِلَیکَ الَّذِی اِذَا دُعِیتَ بِہٖ اَجَبْتَ واِذَا سُئِلتَ بِہٖ اَعْطَیْتَ واِذَا اِسْتَرْحَمْتَ بِہٖ رَحِمْتَ واِذَا استفرجتَ بِہٖ فَرَّجْتَ ۔ ۱

اور ایک حدیث جو حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مروی ہے اور اسے عبدالمالک نے بیان کیا۔

وَاَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِی بَثَثْتَ بِہٖ اَرْزَاقَ العِبَاد واسأَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِی وَضَعْتَهٗ عَلَی الاَرْضِ فَاسْتَقَلَّتْ واسألُکَ بِاسْمِکَ الَّذِی وَضَعْتَهٗ عَلَی السَّمٰوٰتِ فَاسْتَقَلَّتْ وَاَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِی وَضَعْتَهٗ عَلَی الجبال فَرَسَتْ وَاسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الطُّھْرِ الطَّاھِرِ الاَحَدِ الصَّمَدِ الوِتْرِ المُنَزَّلِ فِی کِتَابِکَ مِنْ لَدُنْکَ مِنَ النُّورِ المُبِیْنِ وَاَسْأَلُکَ بِاسْمِکَ الَّذِی وَضَعْتَهٗ عَلَی النَّهَارِ فَاسْتَنَارَ وَعَلَی اللَّیْلِ فَاظْلَمَ وبِعَظْمَتِکَ وَکِبْرِیَائِکَ وبِنُوْرِ وَجْهِکَ الکَرِیْمِ اَنْ تَرْزُقَنِی القُرْآنَ وَالعِلْمَ بِہٖ وَتَخْلِطَهٗ بِلَحْمِی وَدَمِی وَسَمْعِی وَبَصَرِی وَتَسْتَعْمِلُ بِہٖ جَسَدِی بِحَوْلِکَ وَقُوَّتِکَ فَاِنَّهٗ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔ ۲

۱ ابن ماجہ...... حدیث نمبر 3859 ۲ ترمذی۔ ابوداؤد مشکوٰۃ المصابیح حدیث نمبر 39487

مشکوٰۃ المصابیح میں مہلب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اِنْ بَیَّتَکُمُ العَدُوُّ فَلْیَکُنْ شِعَارُکُمْ "حٰم" "لَایُنْصَرُوْنَ" ۔ ۳

"بے شک تمہارے گھروں میں دشمن ہیں تمہارا نشان (ورد) حٰم ہونا چاہئے وہ تم پر فتح نہ پاسکیں گے"۔

یعنی جب تم اس مبارک اسم (حٰم) کا ذکر کرو گے جو سات سورتوں کے آغاز میں ہے تو وہ دشمن تم سے کبھی جیت نہیں سکیں گے۔

اس کی وجہ یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسماء حروف میں خفیہ راز اور اثرات رکھے ہیں اس جگہ پر ذکر اور تلاوت قرآن میں ہمیں آقا علیہ السلام کی پیروی کرنی چاہئے خواہ سمجھ آئے یا نہ آئے اسماء النبیؐ میں بھی بڑی برکات ہیں کیونکہ آپ کے خوبصورت اسماء بھی اپنے اندر بہت بڑی رحمتیں اور برکتیں رکھتے ہیں۔ ابن السنی نے اپنی کتاب "عمل الیوم واللیل" میں ایک باب لکھا کہ جب کسی آدمی کا پاؤں سن ہو جائے تو کیا کرے۔

حضرت عبداللہ بن عباس کے بارے میں منقول ہے کہ ایسا آدمی آپ کے پاس آیا جس کا پاؤں سن ہو گیا تھا آپ نے اسے بتایا کہ اسم محمد ﷺ سے برکت حاصل کرو اس نے ایسا ہی کیا تو اس کا پاؤں ٹھیک ہو گیا۔

اسی کتاب میں انہوں نے عبداللہ بن عمرؓ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی کا پاؤں سن ہو گیا اس نے پکارا "یا محمد ﷺ" پھر فوراً کھڑا ہو گیا گویا اس کے پاؤں کی بیڑی کھل گئی اس کے علاوہ بھی احادیث اس باب میں ذکر کی گئی ہیں۔

جب آپ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ سے توسل کرنا درست ہے اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام ومرتبہ بلند ہے۔ تو پھر آپ کی ذات بابرکات، مقام ومرتبہ اور حق کو وسیلہ بنا کر دعا کرنا کیوں جائز نہیں۔

۳ ترمذی۔ ابوداؤد مشکوٰۃ المصابیح...... حدیث نمبر 3948

ظاہری بات ہے کہ جن اسماء گرامی کے ساتھ آپ مخصوص ہیں وہ آپ کی مقدس ذات میں صفات پائی جاتی ہیں۔ اور یہ انسانی حقیقتوں میں ایک ممتاز حقیقت ہے کہ آپ کی ذات اسم بامسمّی ہے ان اسماء کے کمال کو اللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جان سکتا۔

جس طرح آپ علیہ السلام کی ذات اقدس کو اللہ تعالی نے بے حدود بے حساب عنایات سے نوازا ہے اس طرح آپ کو اسماء گرامی بھی خود اللہ تعالی نے عطا فرمائے ہیں اور اللہ تعالی نے آپ علیہ السلام کو اپنی صفات عالیہ اور اسماء حسنی کا اولین مظہر بنایا ہے اللہ تعالی کی عنایات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کے اسماء مبارکہ اللہ تعالی کے اسماء حسنی سے ایک خاص نسبت رکھتے ہیں (لیکن عبد و معبود کا فرق پیش نظر رہے) حضرت حسان بن ثابتؓ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے۔

وَشَقَّ لَهٗ من اِسْمِه لِيُجِلّه.

فَذُو العَرشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذا مُحَمَّدٌ.

”اللہ تعالی نے اپنے اسم گرامی سے حضور علیہ السلام کا نام مبارک بنایا تا کہ اسے عزت و شان عطا فرمائی جائے عرش کا مالک محمود ہے اور یہ محمد ﷺ ہیں“۔

اسی طرح اللہ تعالی نے اذان میں بھی آپ کا نام مبارک اپنے نام پاک کے ساتھ ملایا عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے۔

یقول سبحانه وتعالٰی اَنَا الرَّحمٰن وهِيَ الرَّحِمُ اَشْقَقْتُ اِسْمَهَا مِنْ اِسْمِي فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهٗ وَمَنْ قَطَعَهَا قَطَعْتُهٗ. [2]

اللہ تعالی فرماتے ہیں میں رحمٰن (مہربانی فرمانے والا) ہوں اور وہ رحم (رشتہ داری) ہے میں نے اپنے نام سے اس کا نام بنایا ہے جس نے صلہ رحمی کی میں بھی اس کے ساتھ رابطہ رکھوں گا اور جس نے قطعی رحمی کی میں بھی اس سے تعلق توڑ دوں گا اس سے معلوم

[2] البخاری فی الادب المفرد۔ مسند امام احمد ابوداؤد و ترمذی

ہوا کہ جو اللہ تعالی نے آپ کو اسماء گرامی عطا فرمائے ہیں ان میں اللہ تعالی نے بہت سے راز رکھے اور اسماء الحسنی، حروف و کلمات قرآنیہ اور صالحین کے وظائف کے رازوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

توسل کی دوسری صورت

متوسل بہ سے دعا کے لیے کہنا

مسلمانوں کا ایک دوسرے کے لیے دعا کرنا اس کے سامنے یا عدم موجودگی میں زندگی میں یا اس کے بعد شرعی طور پر یہ جائز ہے خواہ دعا کے لیے کہا جائے یا نہ کہا جائے۔ اور یہ کتاب و سنت اور اجماع کی رو سے جائز ہے۔

قرآن کریم کی دلیل

انبیاء و رسل علیہم السلام کا اپنی اپنی امت کے لیے دعا کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے مثلاً سیدنا نوح علیہ السلام کا اپنی امت کے لیے دعا کرنا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا اپنی امت کے لیے دعا کرنا اور مسلمانوں کا اپنے سے پہلے مسلمان بھائیوں کے لیے استغفار کرنا۔ فرمان الٰہی ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَاءُ و وَامِن بِعْد هِم يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلاخوانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالايْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوبِنَا غِلاًّ لِّلَّذِيْنَ آمنو ربَّنَا اِنَّكَ رَؤُفٌ رحيم. [1]

”اور (اس مال میں) ان کا بھی حق ہے جو ان کے بعد آئے۔ جو کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے اور نہ پیدا کر ہمارے دلوں میں بغض اہل ایمان کے لیے اے ہمارے رب بے شک تو رؤف رحیم ہے“۔

[1] سورہ الحشر .... آلایۃ (۱۰)

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۔ ۲

''اور تعاون کرنے کی اور تقوی کے کاموں میں''۔

آیت مبارکہ کی رو سے جسمانی اور روحانی دونوں طرح کا تعاون ضروری ہے ۔اسی طرح مصیبت زدہ 'مریض ۔ گناہ گار' محتاج' کے لیے دعا کرنا 'توفیق' کثرت مال کے لیے' بچے اور مقام و مرتبے کے لیے دعا کرنا یہ سب امور مدد میں شامل ہیں ۔

علماء سیرت نبوی جانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے مدد کے مختلف مراتب بیان فرمائے ہیں اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور بعد کے لوگ جانتے ہیں کہ مدد کرنے کی اقسام کتنی ہیں۔

سنت رسول ﷺ سے دلائل

سنت رسول ﷺ کی رو سے کسی کو دعا کے لیے کہنا جائز ہے جب حضرت عمر بن خطابؓ نے عمرہ کے لیے حضور علیہ السلام سے اجازت چاہی تو آپ علیہ السلام نے یوں فرمایا۔

اَتَنْسَنَا يَا اُخَیَّ مِنْ دُعَائِکَ : ۔ ۳

''اے بھائی اپنی دعا میں ہمیں مت بھولنا''۔

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ساری ' دنیا کے مقابلے میں مجھے یہ کلمات زیادہ عزیز ہیں''۔

مشکوۃ المصابیح میں حضرت عمرؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

تمہارے پاس یمن سے ایک آدمی آئے گا اسے اویس کہا جاتا ہوگا یمن کو نہ چھوڑنے کی وجہ صرف اس کی (بوڑھی) ماں ہے ۔اس کے اوپر برص کا داغ تھا اس نے اللہ

۲۔۔۔۔۔سورہ المائدہ۔۔۔۔۔آلایۃ (۲)   ۳۔الترمذی سنن ابی داؤد بحوالہ دلیل (۳۔۳۱۸)

تعالی سے عرض کی تو برص ختم ہو گیا مگر ایک درھم کی مقدار باقی رہا۔ جو بھی تم سے اسے ملے تو اسے کہے میرے لیے اللہ تعالی کی بارگاہ میں استغفار کرو' ایک روایت میں ہے کہ اسے کہو کہ وہ تمہارے لیے استغفار کرے۔۴

حضرت محمد ﷺ دعا کے لیے اپنے صحابہ کرام سے اویس قرنیؒ کو وسیلہ بنانے کیلئے حکم ارشان فرمارہے ہیں اس حدیث مبارکہ میں اللہ کے نیک بندوں سے دعا کرنے کیلئے کہا جارہاہے بلند مرتبہ والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے سے کم درجے والے کو دعا کے لیے کہے بے شک صحابہ کرام تابعین سے افضل ہیں اور اویس قرنیؒ افضل تابعین میں سے ہیں۔۵

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔

سَيَكُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ يُقَالُ لَهٗ اُوَيْسَ بن عبدالله قرنی وَاَنَّ شَفَاعَتَهٗ فِیْ اُمَّتِیْ مِثْلُ رَبِيْعَةَ وَمُضَرَ ۔ ۶

''عنقریب میری امت میں ایک آدمی ہوگا جس کا نام اویس قرنی بن عبداللہ قرنی ہوگا اور ان کی شفاعت سے میری امت کی اتنی تعداد کو معاف کیا جائے گا جتنا قبیلہ ربیعہ اور مضر کی تعداد یہ بھی صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو حکم فرمایا ہے کہ وہ ان کے لیے درود شریف کی طلب کرے اور ان کے لیے وسیلہ کو مانگے ۔آپ علیہ السلام نے فرمایا یوں کہو۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ ۔ ۷ مزید فرمایا۔

فَاسْئَلُوْا لِیَ الْوَسِيْلَةَ ۔ ۸

''میرے لیے وسیلے کا سوال کرو''۔۸

۴۔مسلم ۔شرح النوری فی ہامش القسطلانی (۹۔۳۲۹) ۵۔ایضا ۶۔ابن عدی فی الکامل ۔الجامع الصغیر (۲۔۵۹)
۷۔مسلم ترمذی بحوالہ دلیل العارفین (۷۔۲۲۱۔۳۲۳)   ۸۔ترمذی شریف نمبر (۳۶۱۶)

یہ بات بھی درست ہے کہ جب قحط کا زمانہ آتا تو صحابہ کرامؓ بارش کی دعا کے لیے عرض کرتے تو آپ ﷺ دعا فرماتے اور اللہ تعالی انہیں رحمت کی بارش عطا فرما دیتا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے دور میں جب بھی قحط پڑتا تو وہ حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے یوں دعا کرتے تھے۔

اللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ ﷺ فَتَسْقِیْنَا وَاِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَیْکَ بِعَمِّ نَبِیِّکَ فَاسْقِنَا ۔ 9

"یاالٰہی! ہم تیرے پیارے نبی ﷺ کے وسیلہ سے بارش مانگا کرتے تھے اب ہم تیرے نبی کے چچا کو وسیلہ بنا رہے ہیں ہم پر بارش نازل فرما"۔

حضرت زبیر بن بکار اس واقعہ میں حضرت عباس کی دعا یوں بیان کرتے ہیں۔

"اے ہمارے رب! مصیبت ہمارے گناہوں کی وجہ سے نازل ہوتی ہے اور گناہوں سے توبہ پر وہ مصیبت دور ہو جاتی ہے ساری قوم میرے وسیلے سے تیری جناب میں حاضر ہوئی ہے کیونکہ ہمارا تیرے پیارے نبی سے ایک خاص تعلق ہے یہ ہمارے گناہ آلود ہاتھ ہیں اور یہ ہمارے پیشانیاں ہیں جو توبہ کے لیے حاضر ہیں ہم پر رحمت کی بارش نازل فرما"۔

پس آسمان پر بڑے بڑے بادل ظاہر ہوئے زمین پانی سے تر بتر ہو گئی اور لوگوں نے سکھ کا سانس لیا۔

یہ وسیلہ کے ظاہری مفہوم پر عمل ہے۔

وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ.

بطور وسیلہ اس میں حضور ﷺ اور حضرت عباسؓ کی ذات بابرکات بھی شامل ہے اسی طرح جو بھی ان کے بعد بارش کے لیے دعا کرے اور آپ علیہ السلام کی ذات وسیلہ

صحیح البخاری........حدیث نمبر ۱۰۱۰)

بنائے یقیناً وہ نامراد نہ ہوگا۔

ایک شبہ کا ازلہ

حضرت عمرؓ نے بارش کے لیے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بنایا اس سے کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ فوت شدہ افراد سے مدد لینا درست نہیں۔ یہ سوچ غلط ہے کیونکہ بارش مانگنے کا انداز یہ ہے کہ حضرت عباسؓ کو سب سے پہلے وہ روضہ رسول ﷺ پر لے گئے اور وہاں پر جا کر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حضرت عباس کو وسیلہ بنایا کیونکہ ان کا آپ علیہ السلام کے ہاں بڑا مقام و مرتبہ ہے مذکورہ حدیث سے مندرجہ ذیل امور کا علم ہوتا ہے۔

اول:۔ مسلمانوں کی اس طرف راہنمائی ہوتی ہے کہ جس طرح حضور علیہ السلام کو بارش کے حصول کے لیے وسیلہ بنانا درست ہے کیونکہ اللہ تعالی کے ہاں آپ کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے اسی طرح صالحین امت کو بھی اہم امور میں وسیلہ بنانا جائز ہے پھر خصوصاً حضرت عباسؓ کا حضور علیہ السلام سے قریبی رشتہ ہے۔

دوئم:۔ حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے بارش مانگنا اصل میں حضور علیہ السلام کی ہی ذات کو وسیلہ بنانا ہے کیونکہ دعا کے الفاظ یہ ہیں۔

"ہم تیرے نبی علیہ السلام کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں"۔ یہ نہیں کہا کہ عباس بن عبدالمطلب کو وسیلہ بناتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی طرف نسبت یہ ایک بڑا اعزاز ہے یہ اضافت معنوی ہے اس میں مضاف کسی نسبت سے مشرف ہوتا ہے یہ بات علماء بلاغت سے مخفی نہیں ہے۔

سوئم:۔ حضرت عمرؓ کو کمزور ایمان والے مسلمانوں کے بارے میں فکر تھی۔ کیونکہ اللہ تعالی تو تمام جہانوں سے غنی ہے اگر وہ سب روضہ نبی ﷺ پر حاضر ہوتے اور حضور علیہ السلام کو وسیلہ بناتے تو ہوسکتا تھا بارش نہ ہوتی اور انکے دلوں پر مایوسی چھا جاتی۔

چہارم:۔ حضرت عمرؓ کا مقصد یہ تھا کہ لوگ وسیلہ کے مفہوم کو سمجھ لیں۔

وابتغو ا الیہ الوسیلہ.

کی آیت مبارکہ میں وسیلہ کو صرف نیک اعمال تک محدود نہیں رکھ گیا ہے بلکہ یہ توسل کی باقی صورتوں کو بھی شامل ہے اس بات میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی ذات الہامی صفات کی مالک تھی کثیر احادیث میں وارد ہے کہ بہت سی آیات مبارکہ حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق نازل فرمائی گئیں۔

پنجم :۔ اہل بیعت اطہار کی عزت وشرف کا اعلان مقصود تھا کیونکہ حضور علیہ السلام کی ذات سے خاندانی رابطہ وتعلق باعث عزت ہے اور خصوصا حضرت عباسؓ تو رشتہ کے لحاظ سے چچا ہیں اور چچا باپ کی طرح ہوتا ہے۔

ششم :۔ حضرت عمرؓ کا مقصد یہ تھا کہ حصرت عباسؓ دعا مانگیں اور وہاں موجودہ لوگ اس پر آمین کہیں اوراس بات میں کوئی شک نہیں دعاؤں میں آمین جتنی زیادہ کہی جائے گی دعا اتنی ہی زیادہ قبول ہوگی۔

اور حضور علیہ السلام کی دعائیں اسی بات کی طرف راہنمائی کرتیں ہیں کہ فوت شدہ انبیاء کرام علیہم السلام سے شفاعت طلب کرنا جائز ہے جیسا کہ عنقریب ہم بیان کریں گے انشاء اللہ۔

ہفتم :۔ حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے بارش مانگنا اور آپ کی عزت کا خیال کرنا حقیقت میں حضور علیہ السلام کیا اقتداء ہے۔

جیسا کہ روایت میں آیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا حضور علیہ السلام حضرت عباسؓ کا اس طرح احترام کرتے تھے جس طرح ایک بچہ اپنے والد کا کرتا ہے اے لوگو تم بھی حصور علیہ السلام کی اقتداء کرو اور انہیں اللہ کی جناب میں وسیلہ بناؤ۔

اعتراض :۔ کسی دوسرے آدمی سے دعا کے لیے کہنے میں کیا راز ہے جب کہ اللہ جل شانہٗ سننے والا ُ قریب ُ قبول فرمانے والا ہر دعا کرنے والے کو سننے والا اور جب چاہے دعا کو

قبول فرمانے والا جیسا کہ فرمان الہی ہے۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِی عَنی فَاِنِّی قَرِیْب اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلیستجیبوا لی ولیُومِنُو ابِیْ .ـ ۱

''اور جب پوچھیں آپ سے (اے میرے حبیب) میرے بندے میرے متعلق تو (انہیں بتاؤ) میں (ان کے) بالکل نزدیک ہوں قبول کرتا ہوں دعاُ دعا کرنے والے کی جب وہ دعا مانگتا ہے مجھ سے پس انہیں چاہیے کہ میرا حکم مانیں اور ایمان لائیں مجھ پر''۔

جواب: دوسرے آدمی سے دعا کرانے کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں۔

تواضع وانکساری :۔ دعا مانگنے والا انسان تواضع اور عاجزی کی وجہ سے خود دعا نہیں مانگتا اور وہ خیال کرتا ہے کہ اس کے گناہ زیادہ ہیں اور وہ اپنے رب کے سامنے شرمندہ ہے اس لیے وہ کسی سے دعا کے لیے کہتا ہے۔ اور یہی مخلصین کی نشانی ہے۔

اجتماعی دعا اور تعاون :۔ آیات قرآنیہ اور احادیث طیبہ اس بات کی طرف راہنمائی کرتیں ہیں کہ اللہ تعالی اجتماعی دعا اور نیکی کے کاموں میں باہمی تعاون کو قبول فرماتا ہے اور اللہ تعالی جماعت کے ساتھ ہے اور جماعت پر اللہ تعالی کی رحمت خوب برستی ہے۔

مقبولان بارگاہ الہی سے دعا کرنا :۔ دوسرے سے دعا کرانے والا اس بات کا اعتراف کرتا ہے کہ اللہ تعالی نے بعض انسانوں کو بعض پر فضیلت دی ہے اور یہ بات قرآن وسنت سے ثابت ہے پس یہ فرمان الہی۔

تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَھُم عَلٰی بَعْضٍ .ـ ۲

یہ سب رسول۔ ہم نے فضیلت دی ہے (ان میں سے) بعض کو بعض پر اسی طرح یہ فرمان کہ

اَمْ حَسِبَ الَّذِیْنَ اجْتَرَحُوا السَّیِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَھُمْ کَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

۱۔ سورہ بقرہ .... آلایۃ (۱۸۶) ۲۔ سورہ بقرۃ .... الایۃ (۲۵۳)

وعملوا الصالحات سواء" محیاھم ومماتھم ساء ما یحکمون ۔ ۳

"کیا خیال کر رکھا ہے ان لوگوں نے جو ارتکاب کرتے ہیں برائیوں کا کہ ہم بنادیں گے انہیں ان لوگوں کی مانند جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے کہ یکساں ہو جائے ان کا جینا اور مرنا بڑا غلط فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں"۔

اس سے ثابت ہوا کہ صالحین کے ساتھ فضائل وکمالات مختص ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا بڑا درجہ ہوتا ہے۔ پس ایک پریشان مسلمان ایک ایسی ذات کو تلاش کرتا ہے جو اس مقدس بارگاہ میں مقبول ہوتا کہ اس کی دعا کے ساتھ اپنی دعا کو ملائے اور اس نیک بندے کے وسیلہ سے اس کی دعا قبول ہو۔ کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو نہیں پڑھا کہ۔

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤوک فاستغفروا اللہ واستغفرلھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ۔ ۴

"اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنی جانوں پر حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ تعالیٰ سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول (کریم) بھی تو وہ ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم کرنے والا"۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کے استغفار کو مومنین کے استغفار کی طرف مضاف کیا ہے تاکہ آپ علیہ السلام کے استغفار کی برکت سے وہ دعا ضرور قبول ہو اس کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے یوں بھی فرمایا ہے۔

وانی لغفار" لمن تاب ۔ ۵

"بے شک میں معاف کرنے والا ہوں اس کو جو توبہ کرے"۔ مزید فرمایا

۳۔ سورہ بقرہ........الایۃ (۲۵۳)　۴؎ سورۃ النساء......الایۃ (۲۱)

۵؎ سورہ طہٰ........آلایۃ (۵۳)

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لاتقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا ۔ ۶

"آپ فرمادیجئے! اے میرے بندو! جنہوں نے زیادتیاں کی ہیں اپنے نفسوں پر مایوس نہ ہو جاؤ اللہ کی رحمت سے یقیناً اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے سارے گناہوں کو بلاشبہ وہی بہت بخشنے والا ہے"۔

حضور ﷺ سے حدیث قدسی منقول ہے کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

لا یزال عبد یتقرب الی بالنوافل حتی اُحِبُّہ فاذا اَحْبَبْتُہ' کُنْتُ سمعہ' الذی یسمع بہ بصرہ الذی یُبْصِر بِہٖ ویدہ' التی یبطش بھا ورجلہ' التی یمشی بھا وان سالنی اعطیتہ' وان استعاذنی لاُعِیذنہ' ۔ ۷

"میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرنے لگوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے تو ضرور پناہ دیتا ہوں"۔

(اس حدیث کا امام بخاریؒ نے روایت کیا ہے) جب ایک آدمی گمان کرے یا یہ عقیدہ رکھے کہ فلاں آدمی نیک ہے کہ اور اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے تو وہ اس کے پاس جاتا ہے اور اسے دعا کے لیے عرض کرتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کی دعا کا قبول فرمالے۔

آقا علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

رُبَّ اشعث مدفوع بالابواب لو اقسم علی اللہ لابرہ' ۔ ۸

۶؎ سورہ الزمر........الایۃ (۵۳)　۷؎ بخاری شریف شرح القسطلانی......(۹۔۳۸۹)

۸؎ مسلم شرح النووی فی ہامش القسطلانی (۱۰۔۳۰۵)

''کتنے آدمی ایسے ہیں جو خاک آلود ہوتے ہیں کسی کے دروازے پر جائیں تو دھتکار دیے جائیں لیکن اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھالیں تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا کرتا ہے''۔

پس لوگوں کا صالحین کے پاس جانا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ مقبولان خدا ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اَرْجَى الدَّعْوَاتِ دَعَا الاخِ لا خِيهِ بِظَهرِ الغَيْبِ ۔ ۹

سب سے زیادہ مقبول دعا وہ ہے جو ایک بھائی دوسرے بھائی کی عدم موجودگی میں کرتا ہے۔

پس اگر ایک مصیبت زدہ آدمی اپنے بھائی سے دعا کے لیے کہے اور وہ اس کی عدم موجودگی میں ایسی دعا کرے جو پر خلوص ہو تو اللہ تعالیٰ جو کریم بھی ہے اور سخی بھی ضرور قبول فرماتا ہے۔

مسلمانوں کا طریقہ کار ہے کہ وہ ایک دوسرے سے دعا کے لیے کہتے رہتے ہیں خصوصی طور پر بھی اور عمومی طور پر بھی ایک دوسرے کے لیے دعا کی جاتی ہے۔

توسل کی تیسری صورت

پسندیدہ ہستیوں سے توسل

توسل کی یہ تیسری صورت 'توسل کے باب میں اصل ہے کیونکہ ہر قسم کی فضیلت 'اعزاز' نیک اعمال اور عزت یہ سب امور پسندیدہ شخصیات سے ہی صادر ہوتے ہیں اور اس بات کا علم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتا ہے۔

قُلِ الحمدُ لِلّٰهِ وسَلَامٌ عَلٰى عِبادِهِ الَّذِيْنَ اِصْطَفٰى ۔ ۱

''فرمادیجیے تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں اور سلامتی ہے اللہ کے بندوں پر جن کو اس نے چن لیا''۔

۹ مسلم شریف شرح النووی فی ہامش القسطلانی (۱۰_۱۲۰) سورہ النحل (۵۹)

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ۔

وانهم عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الاَخْيَارِ ۔ ۲

اور یہ (حضرات) ہمارے نزدیک چنے ہوئے بہت بہترین لوگ ہیں۔ایک جگہ پر یوں فرمایا۔

وَكَانَ عِنْدَاللهِ وَجِيْهًا ۔ ۳

اور وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آبرو والے تھے۔

اللہ تعالیٰ کا نبی کریم روف رحیم ﷺ کے بارے میں یوں فرمان ہے۔

وَمَاكَانَ اللهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ۔ ۴

''اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں دے گا اس حال میں کہ آپ ﷺ ان میں موجود ہوں''۔

عقل مند آدمی چنے ہوئے افراد کی عمدہ صفت سے پہلے ان کی پسندیدہ ذات کو ملاحظہ کرتا ہے اور باذوق آدمی پہلے صفات کو دیکھتا ہے اور ان صفات سے ذات کی بلندی کا اندازہ لگاتا ہے ذات اصل ہے اور وصف فرع ہے۔اور اس توسل کی صورت یہ ہے کہ دعا مانگنے والا یوں مانگے ''یا الٰہی میں تیری جناب میں تیرے نبی ﷺ کو وسیلہ بناتا ہوں۔ یا فلاں تیرے پیارے بندے کو وسیلہ بناتا ہوں تاکہ تو میری حاجت پوری فرمادے۔

اندھا آدمی جو آپ علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوا تھا اسے بھی تو اسی طرح دعا سکھلائی گئی تھی۔

اللهم انی اتوسل الیک بنبیک محمد ﷺ (اے اللہ میں تیری جناب میں تیرے نبی محمد ﷺ کو وسیلہ بناتا ہوں) اور حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو وسیلہ بناتے ہوئے بارش کے لیے یوں دعا فرمائی۔

اِنَّا نَتَوَسَّلُ اِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّكَ فَاسْقِنَا ۔ ۶

۲ سورہ ص .... آلایۃ 47) ۳ سورہ الاحزاب .... آلایۃ (69) ۴ سورہ الاحزاب ...... آلایۃ (۶۹)

۵ اخرجہ حاکم فی المستدرک رام (1_526) قال صحیح کا شرط البخاری) ۶ بخاری شریف حدیث نمبر (۱۰۱۰)

"اے اللہ ہم تیرے نبی کے چچا کو تیری جناب میں بطور وسیلہ لائے ہیں ہم پر بارش نازل فرما۔"

اسی طرح سیدنا معاویہؓ نے حضرت زید بن الاسودؓ کو اللہ تعالی کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کیا۔

اللّٰھم انا نستسقی بخیرنا و افضلنا اللھم انا نستسقی بزید بن الاسود۔

"اے ہمارے رب ہم تجھ سے رحمت کی بارش کا سوال کرتے ہیں اس آدمی کے صدقے جو ہم میں سے بہتر اور افضل ہے' الٰہی زید بن اسود کے صدقے ہم پر رحمت کی بارش نازل فرما"۔

ان کی دعا بھی سیدنا عباسؓ کی دعا کی طرح ہے۔

نفوس قدسیہ سے توسل زندگی میں اور بعد از وفات دونوں طرح جائزہ ہے کیونکہ ان ہستیوں کی برکت پاکیزگی' مقام و مرتبہ کو وسیلہ بنایا جاتا ہے کیونکہ جب یہ ہستیاں ظاہری طور پر وفات پا جاتی ہیں تو ان کی ارواح عمدہ نعمتوں' ہمیشہ رہنے والی عزت اور پاکیزگی سے لطف اندوز ہوتی ہیں اور اب ان کے دل پہلے سے بھی زیادہ روشن اور منور ہو جاتے ہیں۔

گوشت' خون' پٹھوں اور ہڈیوں سے وسیلہ نہیں پکڑا جاتا بلکہ ان بزرگوں کے مقام و مرتبہ کو وسیلہ بنایا جاتا ہے جن کا رتبہ شہداء سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اللہ تعالی شہداء کے بارے میں فرماتے ہیں۔

لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون فرحین بما آتاھم اللہ من فضلہ ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بھم من خلفھم الا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔ ۷

۷ سورہ آل عمران ....(۱۶۹۔۱۷۰)

"اور ہر گز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کیے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیے جاتے ہیں شاد ہیں ان (نعمتوں) سے جو عنایات فرمائی ہیں انہیں اللہ نے اپنے فضل و کرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بسبب ان لوگوں کے جو ابھی تک نہیں آ ملے ان سے ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہو گے"۔

جب شہداء کرام کو اللہ تعالی نے ان کی خدمت دین اور جہاد کے صلے میں یہ بلند مقام عطا فرمایا ہے تو جو ذات صاحب دینﷺ اور سید المرسلینﷺ ہے اور آپ کے صحبت یافتہ صحابہ کرامؓ ہیں تو ان تمام مقدس ہستیوں کو اللہ تعالی کیوں نہ یہ تمام درجے عطا فرمائے ہوں گے۔

توسل کی چوتھی صورت

اعمال صالحہ اور ان کی یاد سے توسل

اعمال صالحہ کو یاد کر کے ان سے توسل کرنا جائز ہے جیسا کہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک حدیث ابن عباس سے مروی ہے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ تین آدمی جو سفر میں تھے کہ بارش آ گئی۔ انہوں نے غار میں پناہ لی۔ چند لمحوں بعد غار کا منہ ایک بڑے پتھر سے بند ہو گیا۔ ہر ایک نے اپنے نیک اعمال کو اللہ تعالی کی جناب میں بطور وسیلہ پیش کیا اور کہا۔

اللھم ان کنت فعلت ذلک ابتغاء وجھک ففرج عنا ما نحن فیہ۔ ۱

"اے ہمارے رب! اگر میں نے وہ کام تیری رضا کے لیے کیا تھا تو ہم کو اس مصیبت سے نجات عطا فرما"۔

وہ تینوں رب غفور رحیم سے دعائیں کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالی نے وہ

۱ متفق علیہ (صحیح بخاری' صحیح مسلم)

چٹان ان کی غار سے دور کر دی اور وہ اپنی منزل مقصود کی طرف روانہ ہو گئے اس سے ثابت ہوا کہ نیک اعمال اور نیک لوگوں سے توسل کرنا ایک جائز عمل ہے کیونکہ اس توسل کا مقصود ومدعا یہ ہے کہ اللہ تعالی کے ہاں اعمال صالحہ کے ذریعے اس کی اطاعت اللہ کو بڑی پسند ہے کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالی نے حضرت خضر علیہ السلام کو حکم ارشاد فرمایا کہ" دو یتیم بچوں کی دیوار سیدھی کر دو جن کا باپ نیک تھا" یہ اس کریم ذات کا اس نیک آدمی اور اس کی اولاد کے ساتھ کرم کی انتہا نہیں تو اور کیا ہے؟

اور اللہ تعالی نے اپنے نیک بندوں کا ذکر یوں کیا۔

وھو یتولی الصالحین۔ ۲ "اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندوں کی"۔

اس سے ثابت ہوا کہ اعمال صالحہ بندہ مومن کے لیے برکت اور عزت کا سبب ہیں یہ بھی ظاہر ہوا کہ جب متوسل عرض کرتا ہے یاالٰہی میری حاجت کو حضور علیہ السلام کے اخلاص کے صدقے پورا فرما۔ یا اس شہید کی اللہ تعالی کی راہ میں دی ہوئی قربانی کے صدقے کرم فرما۔ یا اس شہید کی اپنی راہ میں دی ہوئی قربانی کے صدقے کرم فرما۔ یا قرآن پاک کے پڑھنے والوں اور حفاظ کی کوششوں کے صدقے مہربانی فرما۔ یا احادیث طیبہ کی خدمت کرنے والوں کی برکت سے یا مجتہدین کی شرعی احکام کی وضاحت کے لیے کوشش کے صدقے یا ان سچے لوگوں کے صدقے جنہوں نے اپنے وعدے پورے کیے۔

اس قسم کے توسل کی اللہ تعالی کے ہاں بڑی قدر و قیمت ہے کیا اسطرح کا وسیلہ پکڑنے والا خائب و خاسر رہتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ اللہ تعالی متوسل پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور اس کی حاجت کو پورا فرما دیتے ہیں۔

یہ کوئی انوکھا طریقہ کار نہیں بلکہ اللہ تعالی کے نیک بندوں کی یہ سنت ہے اللہ تعالی ہمارا حشر ایسی نیک ہستیوں کے ساتھ کرے اور ان کے نیک اعمال اور قوت اخلاص کے صدقے ہمارے گناہ معاف فرمائے۔ آمین

---

۲ سورہ الاعراف.........آلایۃ (۱۹۶)

توسل کی پانچویں صورت

اللہ تعالی کے جناب میں انبیاء ومرسلین اور اولیاء کے "حق" سے توسل کرنا

توسل کی یہ قسم زندہ اور فوت شدہ بزرگوں کے حق سے توسل کرنے اور ان کے حق سے شفاعت کے طلب کرنے پر مشتمل ہے یاد رہے کہ یہاں حق اس مفہوم میں نہیں جو عموماً سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ ایسی ذات ہے کہ اس کے ذمہ کسی کا حق دینا واجب نہیں ہے اور نہ ہی اس پر کسی کا کوئی حق واجب ہے وہ ہر کام میں خود مختار ہے یہاں حق سے مراد وہ عزو عظمت ہے جو اللہ تعالی محض اپنے فضل وکرم سے کسی کو عطا فرماتا ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ. ۱

"لازم کرلیا ہے تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے) اپنے آپ پر رحمت فرمانا"۔

اس طرح فرمایا۔

وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ. ۲

"اور ہمارے ذمہ کرم پر ہے اہل ایمان کی امداد فرمانا"۔

یہ توسل نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور آپ نے اپنے صحابہ کرام کو اس کا حکم بھی ارشاد فرمایا نبی کریم ﷺ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْاَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِيْنَ عَلَيْكَ.

"یاالٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے صدقے"۔

ابن ماجہ نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت ابوسعید الخدری ؓ سے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ جو گھر سے نماز پڑھنے کے لیے نکلا اور یوں کہا۔

---

۱ سورۃ الانعام.........آلایۃ (۵۴) ۲ سورۃ الروم.........آلایۃ (۴۷)

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَاَسْاَلُکَ بِحَقِّ مَمْشَایَ ھٰذَا اِلَیْکَ
فَاِنِّی لَمْ اَخْرُجْ اَشْرًا وَّلَا بَطَرًا وَّلَا رِیَاءً وَّلَا سُمْعَۃً خَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سُخْطِکَ وَابْتِغَاءَ
مَرْضَاتِکَ فَاَسْاَلُکَ اَنْ تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُلَہٗ اِلَّا
انت اقبل اللّٰہُ بِوَجْھِہٖ علیہ واستغفرلہ' سَبْعُوْنَ اَلْفَ" ملک"۔ ۳

"یاالٰہی میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے صدقے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں میرا تیری طرف چل کے آنے کے صدقے' میرے نکلنے کا مقصد شر غرور' ریاکاری یا شہرت نہیں میں صرف تیری ناراضگی سے ڈرتے ہوئے نکلا اور تیری رضا کا طلب گار رہوا' میں تجھ سے آگ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تو میرے گناہ معاف فرمادے تیرے سوا گناہوں کو کوئی معاف نہیں کرسکتا"۔

"اللہ تعالیٰ اس بندے سے خوش ہوتے ہیں اور ستر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اس حدیث کو جلال الدین سیوطی نے جامع الکبیر میں روایت کیا ہے۔

اسی حدیث کو ابن السنی نے صحیح اسناد کے ساتھ حضرت بلالؓ (جو موذن رسول ﷺ تھے) سے روایت کیا ہے ان کے الفاظ یہ ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نماز کے لیے نکلا کرتے تو یوں فرماتے۔

بسم اللہ اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَتَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَللّٰھُمَّ اِنِّی
اَسْاَلُکَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْکَ وَبِحَقِّ مَخْرَجِیْ ھٰذَا فَاِنِّی لَمْ اَخْرُجْ بَطَرًا وَّلَا اَشَرًا
وَّلَا رِیَاءً وَّلَا سُمْعَۃً خَرَجْتُ اِبْتِغَاءَ مَرْضَاتِکَ وَاتِّقَاءَ سُخْطِکَ اَسْاَلُکَ اَنْ
تُعِیْذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَتُدْخِلَنِی الْجَنَّۃَ۔ ۴

"اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اللہ پر ایمان لایا میں نے اسی پر بھروسہ

---

۳ مسند امام احمد آلایۃ (۳۔۲۱) الاذکار میں نوویؒ نے روایت کیا اور اسے ضعیف کہا ہے ص ۳۳

ابن سنی۔ عمل الیوم واللیلۃ حدیث نمبر ۸۳

کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی طاقت اور قوت نہیں ہے اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تجھ سے سوال کرنے والوں کے صدقے میرے اس نکلنے کے صدقے میں غرور' شر' ریاکاری یا شہرت کے لیے نہیں نکلا' میں تیری رضا کے لیے نکلا ہوں' تیری ناراضگی سے ڈرتے ہوئے تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ آگ سے مجھے بچا اور جنت میں مجھ داخل فرمادے۔

اس حدیث کو البیہقی نے کتاب الدعوات میں اس حدیث کو ابی سعید سے روایت کیا ہے۔

حضور علیہ السلام کا یہ فرمان ذی شان" بحق السائلین علیک" اس بات پر نص ہے کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرنے والوں کے حق سے سوال کرنا جائز ہے خواہ وہ زندہ ہوں یا فوت شدہ اسی طرح متوسل کا اپنی ذات کے صدقے اور اعمال کے صدقے سے اپنے رب سے عرض کرنا بھی جائز ہے

جیسا کہ حضور علیہ السلام کا یہ فرمان ہے۔

اَسْاَلُکَ بِحَقِّ مَمْشَایَ ھٰذَا اِلَیْکَ۔

"یاالٰہی تیرے راستے میں اٹھتے ہوئے میں اپنے ان قدموں کے صدقے تجھ سے سوال کرتا ہوں"۔

جب حق بمعنی عزت' مقام اور مرتبہ ہو تو ان سے توسل کرنا بھی جائز ہو گیا۔

مذکورہ حدیث مبارکہ کثیر طرق سے روایت کی گئی ہے جو زندہ وفوت اولیاء کرام کے حق عزت ومقام کے صدقے سے سوال کرنے کے جواز پر دلالت کررہی ہے اسی طرح اپنے عمل سے بھی توسل جائز ہوا تابعین' تبع تابعین اور بعد میں آنے والے لوگ حضور علیہ السلام کے حکم کے مطابق نماز کے لیے نکلتے ہوئے اس دعا کو پڑھتے رہے ہیں اسی طرح کے توسل کے بارے میں طبرانی نے "الکبریٰ اور الاوسط" میں اور ابن حبان اور حاکم نے بھی اسے روایت کیا ہے اور ان تمام نے اس کو صحیح حدیث فرمایا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے جب حضرت فاطمہ بنت اسد وفات

پا گئیں انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پرورش کی تھی اور انہیں آپ کی خدمت کرنے کا شرف حاصل ہوا یہ حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ تھی۔ حضور علیہ السلام تشریف لائے اور ان کے سر کے پاس بیٹھ گئے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے میری ماں (آمنہ) کے بعد آپ کے علیہ السلام نے ان کے محاسن بیان فرمائے اور کفن کے لیے اپنی چادر مبارک عطا فرمائی اور قبر کھودنے کا حکم ارشاد فرمایا جب لحد تک پہنچ گئی تو اس کے بعد آپ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے گڑھا کھودا جب اس کام سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ اس قبر میں لیٹ گئے اور یہ فرمایا۔

اَللّٰہُ الَّذِیْ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ" لَا یَمُوْتُ اِغْفِرْ لِاُمِّیْ فَاطِمَہ بِنْتِ اَسَد وَسِعْ "عَلَیْھَا مَدْ خَلَھَا بِحَقِّ نَبِیِّکَ وَالْاَنْبِیَاءِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِیْ فَاِنَّکَ اَرْحَمُ الرّٰاحِمِیْنَ . ۵

''اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور وہ خود زندہ ہے موت اس کے اوپر نہیں آئے گی یا الٰہی میری ماں فاطمہ بنت اسد کو معاف فرما۔ اس پر اس کی قبر کو کشادہ فرما۔ اپنے نبی کے صدقے اور میرے سے پہلے انبیاء کے صدقے بے شک تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے''۔

اور ابن عبدالبر نے حضرت ابن عباسؓ سے اسی طرح روایت کیا۔ اور ابو نعیم نے ''الحلیۃ'' میں حضرت انسؓ سے روایت کیا ہے۔ جسے جلال الدین سیوطیؒ نے جامع الکبیر میں بیان فرمایا ہے دلائل النبوت میں امام بیہقیؒ نے صحیح اسناد کے ساتھ ایک روایت بیان فرمائی ہے دلائل النبوت کے بارے میں حافظ ذہبی کا یہ قول پیش نظر رہے انہوں نے فرمایا اس میں ''ہدایت اور نور'' ہے حضرت عمرؓ سے روایت ہے بیان فرماتے ہیں حضور علیہ السلام نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش سرزد ہوئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔

۵ اخرجہ الطبرانی فی المعجم الکبیر۔ دیکھئے مجمع الزوائد (۹۔۲۵۶۔۲۵۷) اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ (۳۔۱۲۱)

یَا رَبِّ اَسْأَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اِلاَّ مَا غَفَرْتَ لِیْ.

''یارب العزت میں تجھ سے محمد ﷺ کے صدقے معافی کا طلب گار ہوں''۔

یَا آدَمُ کَیْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّداً وَلَمْ اَخْلُقْہُ.

''اے آدم تو نے محمد ﷺ کو کیسے پہچانا جب کہ میں نے انہیں پیدا بھی نہیں کیا''۔

حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی یا الٰہی جب تو نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے اپنے سر کو اٹھایا تو میں نے عرش کے ستونوں پر یہ لکھا دیکھا۔

لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ مُحَمَّدٌ" رَسُوْلُ اللّٰہِ.

میں نے جان لیا کہ جس نام کو تو نے اپنے نام سے لکھا ہے۔ یقیناً وہ تیرا سب سے پسندیدہ بندہ ہوگا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا۔ وہ مجھ کو مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہے جب تو نے اس کے صدقے سوال کیا ہے تو میں تجھے معاف کرتا ہوں اور اگر محمد ﷺ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا۔ ۶

اس حدیث کو حاکم نے روایت کیا ہے اور طبرانی نے اسے صحیح حدیث کہا ہے اس میں یہ الفاظ زیادہ ہیں۔

وَ ھُوَ آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ ذُرِّیَّتِکَ.

''وہ تیری نسل میں آخری نبی ہوگا''۔

اور اسی قسم کے توسل کی طرف اشارہ کیا ہے امام مالکؒ نے بنو عباس کے دوسرے خلیفہ منصور کو جب وہ حج کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ کی قبر انور کی زیارت کے لیے آیا۔ اس نے امام مالکؒ سے سوال کیا جب آپ مسجد نبوی میں حاضر تھے۔ اے ابو عبداللہ یہ تو بتایئے میں قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے دعا مانگوں یا حضور علیہ السلام کی طرف منہ کر کے مانگوں؟ امام مالکؒ نے فرمایا کہ حضور علیہ السلام کی طرف سے منہ کو مت پھیر کیونکہ یہ تیرا وسیلہ

۶۔ المستدرک حاکم.......... (۲۔۶۱۵) تاریخ دمشق لابن عساکر

ہیں اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کا وسیلہ ہیں۔ اپنا چہرہ ان کی طرف پھیر اور ان سے شفاعت کا طلب گار بن تب اللہ تعالی تیرے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ کیونکہ فرمان الٰہی ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔

"اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنی جانوں پر۔ حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ تعالی سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول (کریم) بھی۔ تو وہ ضرور اللہ تعالی کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم فرمانے والا پاتے"۔

اس واقعہ کو قاضی عیاض نے الشفا شریف میں صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام سبکی نے اسے اپنی کتاب "شفاء السقام فی زیادہ خیر الانام" میں ذکر کیا ہے۔

السید السمہودی نے "خلاصہ الوفا" میں روایت کیا ہے۔

علامہ ابن حجر نے "تحفۃ الزوار" اور الجوہر المنظم با المنتظم" میں اسے بیان فرمایا کہ یہ روایت امام مالکؒ سے اسناد صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے۔ جس میں کوئی طعن نہیں ہے۔ علامہ زرقانی نے مواہب کی شرح میں لکھا ہے کہ ابن فہد نے اس روایت کو عمدہ اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے قاضی عیاض نے الشفاء میں جن اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے وہ تمام راوی ثقہ ہیں اور ان میں کوئی جھوٹا نہیں ہے۔ اس گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ اس آدمی کا رد کیا جائے جسے اس روایت پر یقین نہ ہو اور اس کا بھی رد کیا جائے جس آدمی نے یہ کہا کہ امام مالک کے نزدیک قبر انور کی طرف منہ کرنا مکروہ ہے۔ اس کی یہ بات بھی غلط ہے۔

توسل کی چھٹی صورت

اللہ جل شانہ، کی بارگاہ میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے تبرکات کو وسیلہ بنانا

آپ ﷺ کے تبرکات کا وسیلہ جائز اور درست ہے کیونکہ آپ کے سامنے یہ عمل ہوا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا اور اسی طرح آپ علیہ السلام کی وفات کے بعد بھی یہ عمل جاری رہا۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالی نے آپ علیہ السلام کی نشانیوں کو مخصوص فرما دیا ہے۔ جس کو آپ نے چھولیا ازراہ کرم کسی کے ساتھ خاص برتاؤ کیا ان سے تبرک اور نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ اسماء بنت ابوبکرؓ نے ایک طیالسی جبہ نکالا اور فرمایا نبی کریم ﷺ یہ جبہ پہنا کرتے تھے پس ہم اس کو دھوتے ہیں اور اس کا دھون مریض کو پلاتے ہیں۔ جس سے وہ شفایاب ہو جاتے ہیں بعد میں ایسا ہی ہوتا رہا اور لوگ شفایاب ہوتے رہے"۔

قاسم بن مامون کے غلام کے پاس نبی کریم ﷺ کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا وہ اس میں پانی ڈال کر مریضوں کو پلاتے جس سے وہ شفایاب ہو جاتے تھے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام جب وضو فرماتے تو صحابہ کرامؓ وضو کے پانی پر جھپٹ پڑتے اور آپس میں ایک دوسرے سے پانی کے حصول کے لیے جھگڑتے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ ﷺ کا کوئی بال نیچے نہیں گرنے دیتے تھے بلکہ اس کو تبرک کے طور پر اپنے پاس رکھ لیتے بلکہ حضور علیہ السلام نے خود صحابہ کرام میں سے حضرت ابوطلحہؓ کی ڈیوٹی لگا دی کہ جب میں بال کٹوایا کروں تو میرے بال صحابہ کرام میں تقسیم کر دینا تاکہ وہ ان سے تبرک حاصل کریں[1]

ابو جحیفہ ارشاد فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بطحاء کی طرف نکلے آپ نے وہاں وضو فرمایا پھر آپ نے ظہر اور عصر کی نماز ادا فرمائی لوگ کھڑے ہوئے اور آپ علیہ السلام سے ہاتھ ملا کر اپنے ہاتھوں کو اپنے چہروں پر ملنے لگے ابو جحیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے بھی آپ کا ہاتھ پکڑا اور آپ کے دست مبارک پر اپنا چہرہ رکھ دیا میں نے محسوس کیا کہ وہ

۱۔ صحیح بخاری ...... شرح القسطلانی (۶۔۲۹)

برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا اسے امام بخاریؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے روایت کیا ہے حدیث کے الفاظ۔

یَمْسَحُوْنَ بِهَا وُجُوْهَهُمْ.

"کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں کو اپنے چہروں پر پھرلیا"۔ اس سے معلوم ہوا کہ صاحب فضیلت بزرگ اور اولیاء کرام کے ہاتھوں کو بوسہ دینا شرعاً جائز ہے ورنہ آپ منع فرمادیتے۔

صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اس آدمی کا علاج فرماتے جس کو پھوڑا یا زخم وغیرہ ہوتا۔ اس طرح کہ آپ علیہ السلام اپنی شہادت کی انگلی زمین پر رکھ دیتے پھر اسے یوں ارشاد فرماتے ہوئے اٹھا لیتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ" ارضِنَا بِرِيْقَةِ" بَعْضُنَا يَشْفِي سَقِيْمَنَا بِاذْنِ رَبِّنَا .ـ ۲

"اللہ تعالی کے نام سے شروع کرتا ہوں ہماری زمین کی مٹی ہمارے بعض کے تھوک سے ہمارے بیماروں کو اللہ تعالی کے اذن سے شفاء ہوتی ہے"۔

یعنی ہماری زمین کی مٹی ہم سے بعض کے تھوک سے گوندھی ہوئی ہے امام نووی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ حضور علیہ السلام اپنی انگلی مبارک پر تھوک مبارک لگاتے پھر اسے زمین پر رکھ دیتے تاکہ مٹی اس کے ساتھ لگ جائے۔ پس آپ اس مٹی والی انگلی کو اس مرض والی جگہ پر لگاتے اور پھر یہ ارشاد فرماتے جب آپ علیہ السلام اس مریض پر مسح کر رہے ہوتے تھے تاکہ اللہ تعالی کے نام مبارک سے برکت حاصل ہو۔ مزید تفصیلات کے لیے مشکوۃ کی شرح ملاحظہ ہو۔

سیرت رسول عربی ﷺ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ آپ کے تبرکات اور نشانیوں سے دم کیا گیا۔ آپ علیہ السلام کا پسینہ، خون، لعاب، کپڑے اور آپ کی رہائش

---

۲ مسلم شریف.........شرح النووی (۹۔۶۲) سنن ابی داؤد......(۲۔۳۳۹)

گاہیں، جن کو آپ نے مشرف فرمایا ان تمام اشیاء سے امت کے صالحین نے بطور تبرک استفادہ کیا۔ آپ ﷺ کی ریش مبارک کے بال مسلمان حکمرانوں کے پاس بطور تبرک محفوظ رہے ہیں۔ سلطنت عثمانیہ کے بادشاہ اکثر انہیں اپنے خزانوں میں رکھتے تھے۔

بعض موئے مبارک کردستان میں اب بھی موجود ہیں ہمارے سامنے کئی دفعہ قحط پڑا اور بارشیں کم ہوگئیں تو ان موئے مبارک کو خاص صندوق سے نکالا گیا ہم سب اس کے گرد اکٹھے ہوتے اور حضور علیہ السلام پر درود شریف پڑھتے اور ان موئے مبارک سے وسیلہ پکڑتے پس بارش نازل ہوتی تھی بعض اوقات جب مسلمانوں کے قریبی علاقوں میں دشمن کا خوف بڑھ جاتا تھا تو وہ ان موئے مبارک کو وسیلہ بنا کر دعا کرتے تھے اس سے معلوم ہوا کہ آپ علیہ السلام کے تبرکات سے توسل کرنے سے مسائل اللہ کے فضل سے حل ہوجاتے ہیں۔

یہ آیت مبارکہ تو آپ نے پڑھی ہوگی۔

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَالْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا .ـ ۳

"(حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے فرمایا) میری یہ قمیض لے جاؤ پس اسے میرے باپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے چہرے پر ڈال دینا وہ بینا ہوجائیں گے"۔

توسل کی ساتویں صورت

دم اور تعویذ سے توسل کرنا

شرعی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ دم کا پڑھنا اور تعویذ کا لکھنا نفع دیتا ہے اور یہ ان عمومی اسباب میں سے ایک سبب ہے جو اللہ تعالی نے پیدا فرمائے ہیں۔ بخاری شریف

۳۔ سورۃ یوسف.........آلایۃ (۹۳)

اور دوسری کتب احادیث سے اس بات کی طرف راھنمائی ملتی ہے کہ سورہ فاتحہ اور معوذتین کو پڑھ کر دم کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ دم کرنا جائز ہے اسی طرح سے ان دعائے ماثورہ کو بطور دم پڑھنا جائز ہے جو حضورﷺ سے منقول ہیں اس کے علاوہ وہ دعائیں اور دم جو صالحین امت سے منقول ہیں اگر وہ شرک سے پاک کلمات ہیں تو ان کا پڑھنا اور دم کرنا جائز ہے [1]

وہ حدیث طیبہ جو شرعی دم اور غیر شرعی دم کی وضاحت کرتی ہے۔ وہ خارجہ بن الصلت ؒ سے روایت ہے اور وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ وہ حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور جب واپس اپنے قبیلے کی طرف جا رہے تھے تو آپؓ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے کہ اس میں ایک پاگل آدمی تھا جسے انہوں نے لوہے کی زنجیروں سے باندھ رکھا تھا انہوں نے ان سے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمہارے صاحب (حضرت محمدﷺ) بھلائی کو پھیلانے والے ہیں کیا تمہارے پاس کوئی ایسی شے ہے جس سے اس پاگل کا علاج کیا جا سکے۔ یہ کہتے ہیں میں نے اسے سورہ فاتحہ کا دم کیا اور تین دن تک صبح و شام اسے دم کرتا رہا پس وہ آدمی ٹھیک ہو گیا۔ قبیلے والوں نے مجھے دو سو بکریاں دیں میں ان بکریوں کو لے کر نبی کریمﷺ کی بارگاہ میں آیا اور تمام صورتحال سے آپ کو آگاہ کیا۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا

خُذْهَا فَلَعُمْرِیْ مَنْ اَکَلَ رُقْیَۃً بَاطِلٍ " فَقَدْ اَکَلْتَ رُقْیَۃً حَقٍّ . [2]

"اس معاوضے کو لے لو مجھے اپنی عمر کی قسم جس نے (باطل شرکیہ) کا معاوضہ کھایا وہ حرام ہے تو نے جو معاوضہ کھایا ہے وہ حلال دم کا کھایا ہے جو جائز ہے اس حدیث کو امام احمد بن حنبل ؒ اور ابو داؤد ؒ نے روایت کیا ہے۔

ابو داؤد ؒ کے الفاظ کچھ یوں ہیں "تین دن اور رات" صبح و شام جب بھی وہ دم

---

[1] نیل الاوطار.......... (۸_۲۳۹) [2] ابو داؤد.......... (۲_۳۳۹_۳۴۱)

کو ختم کرتے اور اپنی تھوک اکٹھی کرتے پھر اس کے اوپر پھیلا دیتے" ابن ابی حمزہ نے کہا کہ تھوک کو دم کرنے کے بعد پھیلاتا تھا تاکہ اعضا میں بھی تلاوت کے مبارک اثرات سرایت کر جائیں۔ اور حضور علیہ السلام کا یہ قول کہ "برقیۃ باطل" اس کا مفہوم یہ ہے وہ کلام جس میں شرکیہ کلمات استعمال کیے گئے ہوں وہ حرام اور مکروہ ہے اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ وہ کلام جو شرکیہ کلمات سے پاک ہو اس سے دم کرنا جائز ہے۔

اسی بات کی تائید حضرت ابو سعید الخدری ؓ کی حدیث مبارکہ سے ہوتی ہے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ وہ سفر کی حالت میں تھے ہماری تعداد 30 کے قریب تھی جب وہ ایک عرب قبیلے کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس قبیلے سے کھانے کو کچھ مانگا لیکن انہوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا جب رات ہوئی تو وادی میں پڑاؤ کرنا پڑا رات کو اس قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا۔ انہوں نے اسے بہت سی ادویات دیں لیکن آفاقہ نہ ہوا۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ آج جو قبیلہ آیا ہے ان سے پوچھ لو ہو سکتا ہے ان میں سے کوئی اس کا علاج کر سکے پس وہ آئے اور پوچھا کہ کیا تمہارے میں کوئی دم کر سکتا ہے۔ کیونکہ ہمارے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے۔ انہوں نے کہا جی ہاں ہمارے میں دم کرنے والا ہے۔ لیکن یہ اس وقت تک نہ ہو گا جس وقت تک تم جرمانہ ادا نہ کرو۔ کیونکہ تم نے ہماری مہمان نوازی نہیں کی ہے۔ پس انہوں نے 30 بھیڑیں ہمیں دیں۔ اور ہم آدمی بھی 30 ہی تھے۔ حضرت ابو سعیدؓ نے اس کے ڈسے ہوئے سردار پر تین بار سورۃ فاتحہ پڑھی اور اس قدر ٹھیک ہو گیا گویا اس کے پاؤں کی بیڑی کھل گئی ہو۔ حضرت ابو سعیدؓ نے اس پر صرف سورۃ فاتحہ پڑھی کیونکہ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے۔

فَاتِحۃُ الْکِتَابِ شِفَاءٌ مِنْ کُلِّ دَاءٍ . [3]

"سورۃ فاتحہ میں ہر مرض کا علاج ہے"۔

مذکورہ صحابہ کرامؓ نے ان بھیڑوں کو نہیں کھایا اور کہا کہ ہم کتاب اللہ کے اوپر اجر

---

[3] جامع الصغیر (۲_۱۲۲)

کیسے لے سکتے ہیں۔

جب مدینہ المنورہ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرہ کہہ سنایا آپ ﷺ نے فرمایا۔

إِنَّ أَحَقَّ وفى رواية أَنَّ أَحْسَنَ مَا أَخَذْتُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا كِتَابُ اللّٰهِ تعالىٰ . [۴]

"بے شک درست ہے ایک روایت یہ ہے اچھا ہے جو کچھ تم نے کتاب اللہ پر اجر لیا ہے"۔

آپ ﷺ نے سہل بن حنیف کو دم فرمایا انہیں عامر بن ربیع کی نظر لگ گئی تھی۔ آپ علیہ السلام نے عامر ابن ربیع سے فرمایا کہ اپنا چہرہ، ہاتھ، کہنیاں، گھٹنے اور ازار بند کے نیچے سے ان تمام کو دھو ڈالو۔ اس کے بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا یہ پانی سہل بن حنیف پر انڈیل دو۔ ایسا ہی کیا گیا تو وہ فوراً صحیح ہو گئے۔ آپ علیہ السلام نظر لگانے والے کو یہی حکم فرمایا کرتے تھے۔

دم کرنے کے سلسلے میں آپ علیہ السلام کے علاوہ جس آدمی کو بھی یہ صورت حال درپیش ہو۔ اگرچہ حضور علیہ السلام کے دم میں اور آپ کے امتی کے دم کرنے میں فرق ہے کیونکہ دونوں کے مقام و مرتبہ میں فرق ہے لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حضور علیہ السلام کی سنت مبارکہ ہے اور جو بھی آدمی یہ عمل صالح کرے گا اور اس ذریعے سے وسیلہ پکڑے گا اسے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا اور ثواب کا مستحق ٹھہرے گا۔

احادیث مبارکہ میں دم کرنے اور تعویز وغیرہ سے منع بھی کیا گیا ہے لیکن وہ ان لوگوں کو منع ہے جو اس بات کا اعتقاد رکھیں کہ دم یا تعویز بنفسہ نفع دیتے ہیں۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں تھا کہ وہ اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ اشیاء نفع و نقصان دے سکتی ہیں۔

یا وہ دم اور تعویز منع ہیں جن میں شرکیہ یا مکروہ کلمات پڑھے یا لکھے گئے ہوں۔ لیکن حضور علیہ السلام کا دم فرمانا سنت متواترہ سے ثابت ہے جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے۔

---

[۴] سنن ابی داؤد (۲۔۳۴۰)

توسل کی آٹھویں صورت

نبی کریم ﷺ دیگر انبیاء علیہم السلام اور بزرگان دین سے براہ راست توسل

یا رسول اللہ ﷺ کہنا یا اس طرح کہنا کہ "اے میرے آقا یا مرشد مجھے اس دنیاوی مشکل سے نجات دلوایئے۔ مثلاً کسی سے دشمنی ہو جانا۔ یا کوئی روحانی مشکل ہو جیسے نفسانی وسوسے وغیرہ اس قسم کا وسیلہ اگر مجازی معنی میں ہو تو جائز ہے مثلاً متوسل کی نیت یہ ہو کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے لیے دعا فرمایئے یا میرے لیے سفارش فرمایئے تا کہ میں اس مشکل سے چھٹکارا پاؤں۔ اس طرح کے وسیلے میں مطلوب تک رسائی ممکن اور آسان ہو جاتی ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

فَكَمْ شَفِيَ مَرِيْضٌ "بِتَوَجُّهَاتِهِمْ
وَكَمْ قُضِيَتْ حَاجَاتٌ" بِإِرْشَادَاتِهِمْ

"کتنے ہی مریض ہیں جو صرف آپ کی توجہ سے شفایاب ہو گئے اور کتنے ہی مسائل ہیں جو آپکے حکم سے حل ہو گئے"۔

اور یہ روایت بھی درست ہے کہ جب حضرت قتادہؓ کی آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا آپ علیہ السلام نے اسے اس کی جگہ پر رکھ کر ہاتھ پھیر دیا تو حضرت قتادہ فرماتے ہیں مجھے بعد میں یاد ہی نہ رہا کہ کون سی آنکھ نکلی تھی۔

ابن ملاعب نے استقاء کے مرض سے اس وقت چھٹکارا پایا جب وہ اس کے علاج سے مایوس ہو چکے تھے آپ علیہ السلام نے مٹی کے ایک ڈھیلے پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا۔ تو وہ اس سے تندرست ہو گئے۔

مگر یہ بات درست نہیں کہ جن الفاظ سے آپ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں یا اس

سے دعا کرتے ہیں انہی الفاظ کے ساتھ آپ حضور علیہ السلام کو یاد کریں۔ یہ ناجائز ہوگا۔

اگرچہ پکارنے والا آپ علیہ السلام کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہی کو پکار رہا ہے مگر جہاں ابہام پیدا ہو جائے اس چیز کو ترک کرنا واجب ہوتا ہے مصنف فرماتے ہیں کہ ہم نے کبھی کسی عقلمند مسلمان کو ایسے الفاظ سے دعا مانگتے نہیں سنا اور وہ مسلمان جو جاہل یا ایسا دیہاتی ہو جو احکامات دین سے ناواقف ہو تو وہ ایسے الفاظ سے پرہیز کرے۔

صحیح بات یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے متعلق ایسے الفاظ استعمال کرنے چاہئیں جن میں آپ علیہ السلام کو دعا کرنے والا یا مراد تک پہنچنے کا وسیلہ کہا گیا ہو یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ مسلمان کبھی ایسے الفاظ نہیں بولتا جو ابہام پیدا کریں اور مندرجہ ذیل الفاظ بھی ایسے مفہوم سے پاک ہیں مثلاً کوئی یہ کہے کہ میری سفارش فرمائیے''۔

اَسْاَلُکَ الشَّفَاعَۃَ لِی یَوْمَ الْقِیَامَۃَ ''میں آپ سے بروز قیامت شفاعت کا طلب گار ہوں''۔

اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ سے آپ علیہ السلام عرض کریں کہ وہ میری مغفرت فرمائیں اور مجھے جنت میں داخل فرمائیں۔ یا کوئی یوں کہے یا رسول اللہ میرے۔ لیے آپ میری اس مشکل سے نجات کا وسیلہ بن جائیے''۔

یا یوں عرض کرے۔

اُدْعُ اللّٰہ تعالیٰ اَنْ یَشْفِیَنِیْ اَوْ یُعِیْنِیْ عَلٰی حُصُوْلِ مَقْصُوْدِیْ.

''آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے شفا عطا فرمائے اور یا میرے مقصد کے حصول کے لیے میری مدد فرمائے''۔

مذکورہ بالا تمام عبارات کا مقصد اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ہے اسی سے مدد کرنا ہے اسی کی بارگاہ میں التجاء کرنا ہے اور حضور علیہ السلام کو وسیلہ بنانا مقصد ہے اور یہ ایک جائز

عمل ہے کیونکہ آپ ﷺ کا شفاعت کرنا ثابت ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان

مَنْ ذَاالَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ .ـ ۱

''کون ہے جو اس کی بارگاہ میں شفاعت کرے مگر اس کی اجازت سے''۔

ولا یشفعون الا لمن ارتضی .ـ ۲

''اور وہ شفاعت نہیں کریں گے مگر جس کے لیے وہ راضی ہوگا''

لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَہُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِیَ لَہٗ قَوْلًا .ـ ۳

''اس دن نہیں نفع دے گی کوئی سفارش سوائے اس شخص کی شفاعت کے جسے رحمٰن نے اجازت دی اور پسند فرمایا اس کے قول کو''۔

ان آیات میں انبیاء کرام اور دیگر افراد کی شفاعت کا ذکر ہے اور شفاعت کے ثبوت کے لیے یہ بڑی دلیلیں ہیں اس کا انکار عقل مندی نہیں ہے اور آپ ﷺ کی شفاعت کے بارے میں احادیث حد تواتر کے قریب ہیں۔ اسی طرح حضور ﷺ سے معروف معنی میں یا عرف عام کے اعتبار سے مدد مانگنا درست ہے آپ عمومی وسائل اور معروف و مروجہ اسباب کے ذریعے فریاد کرنے والے کی امداد فرماتے ہیں اسی طرح معروف معنی میں بھی آپ علیہ السلام سے مدد طلب کرنا منع نہیں ہے۔

اس میں آپ ﷺ حسب وسعت وطاقت اکتسابیہ مدد طلب کرنے والے کی امداد فرماتے ہیں جس سے وہ مصائب و مشکلات سے چھٹکارا پاتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت عالیہ سے ہر شے کا سبب پیدا فرمایا ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

۱ـ سورہ بقرۃ.......... آلایۃ (۲۵۵) ۲ـ سورہ الانبیاء........... آلایۃ (۲۸)

۳ـ سورہ طٰہٰ........... آلایۃ (۱۰۹)

وآتیناہ' من کل شیء سببا فاتبع سببا .پ ۴

''اورہم نے دیا تھا اسے ہر چیز (تک رسائی حاصل کرنے) کا ساز و سامان پس وہ روانہ ہوا ایک راہ پر''۔

اکتسابی اسباب بے شمار ہیں جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا انہیں اسباب میں سے ایک سبب مدد کرنے والے یا حاجت روا کی مدد طلب کرنے والا یا حاجت مند کی طرف توجہ ہے اور یہ بات بھی اسباب میں سے ہے کہ مدد کرنے والا حاجت روا اپنی وسعت اور طاقت کے مطابق سائل کی مدد کرے۔

معروف اکتسابی معنی میں استغاثہ کو قرآن پاک میں یوں بیان فرمایا گیا ہے۔

فاستغاثہ' الذی من شیعتہ علی الذی من عدوہٖ فوکزہ' موسٰی فقضٰی علیہ ۰ .پ ۵

''پس مدد کے لیے پکارا آپ کو اس نے جو آپ کی جماعت سے تھا اس کے مقابلے میں جو آپ کے دشمن گروہ سے تھا تو سینہ میں گھونسا مارا موسیٰ نے اس کو اور اس کا کام تمام کر دیا''۔

اور معلوم اکتسابی معنی میں مدد کرنے والے کے بارے میں یہ ارشاد ہے۔

یاایھا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلاۃ ان اللہ مع الصابرین .پ ۶

''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لو بے شک اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔

اور حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد گرامی کہ

استعینوا علی قضاء حوائجکم بالکتمان .پ ۷

''اپنی ضروریات کو پورا کرنے میں راز سے کام لو''۔

اللہ رب العزت کا یہ فرمان ذی شان بھی یہی راہنمائی فرماتا ہے۔

۴سورہ الکھف...... آلایۃ (۸۴ـ۸۵) ۵سورہ القصص........ الایۃ (۱۵)

۶ سورہ البقرہ.......... الایۃ (۱۵۳) ۷البیھقی الطبرانی ـ الحلیلۃ

وتعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان .پ ۸

''نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور سرکشی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو''۔

بے شک تعاون باب تفاعل سے ہے اور اس باپ میں مشارکت پائی جاتی ہے۔ گویا مفہوم یہ ہوا کہ تیرا کسی آدمی کی مدد کرنا جب وہ تیرے سے مدد مانگے۔ اسی طرح سے اس کا تیری مدد کرنا جب تو اس سے مدد مانگے۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ

ایاک نعبد وایاک نستعین .پ ۹

''یا الٰہی ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں''۔

اور حضور علیہ السلام کا یہ حکم جو آپ نے عبداللہ بن عباسؓ کو فرمایا تھا۔

واذا سالت فاسئل اللہ واذا استعنت فاستعن باللہ .پ ۱۰

مذکورہ بالا دونوں احکامات میں مدد کو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں مدد کی تخصیص کا مفہوم یہ ہے کہ جس سے سوال کیا گیا ہے اور جس سے مدد طلب کی جا رہی ہے یہ سب چیزیں اس کی مخلوق ہیں اور اس میں خوبی کا ہونا بھی اسی کے ہاتھ میں ہے یہ تمام افراد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے محتاج ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اللہ خالق کل شیء وھو علی کل شیء وکیل ''.پ 11

''اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے''۔

تو پھر استعانت کا مفہوم یہ ہوگا کہ مدد کا پیدا کرنا اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور

۸سورۃ المائدہ.......... آلایۃ (۲) ۹ترمذی...... مسند امام احمد (۲۶۹۳۳)

۱۰ـ ترمذی........ مسند امام احمد (۲۳۳ـ۲۶۹) ۱۱ـ سورہ زمر....... آلایۃ (۲۶)

امداد طلب کرنے کا معنی یہ ہوا کہ لوگوں سے میسر اور ممکنہ مدد طلب کرنا یہ اس آدمی کے بارے میں استعمال ہوتا ہے جس سے مدد ممکن ہو جیسا کہ لفظ ''ہدایۃ'' ہے یہ ہدایت اور نور بصیرت پیدا کرنے کے معنی میں ہے۔ جو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ اس مقدس ذات کے سوا کسی میں یہ خاصیت نہیں ہے جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

اِنَّکَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ ۔ ۱۲

''بے شک آپ ہدایت نہیں دے سکتے جس کو آپ پسند کریں البتہ اللہ تعالیٰ ہدایت دیتا ہے جسے چاہتا ہے''۔

اور یہ راستہ دکھانے یا لوگوں کی راہنمائی کرنے کے مفہوم میں بھی آیا ہے۔

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ ۔ ۱۳

''بلاشبہ یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب راستوں سے سیدھی ہے''۔

انبیاء مرشدین علیہم السلام کے لیے بھی حق کی طرف ہدایت اور اس کی حفاظت کی نسبت کی جاتی ہے پس لازم ہے کہ مذکورہ امور کا خیال رکھا جائے اور قرآن مجید اور احادیث طیبہ کے الفاظ کے معانی پر آگاہی حاصل کی جائے۔ تاکہ ہم اس کے ذریعے صراط مستقیم پر گامزن ہو سکیں۔ فرمان الٰہی ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۔ ۱۴

ایک اور جگہ پر بڑے پیارے انداز میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کو یوں ارشاد فرماتے ہیں۔

۱۲۔ سورہ القصص ...... الآیۃ (۵۶) ۱۳۔ سورہ الاسراء .... (۹)

۱۴۔ سورۃ آل عمران (۸)

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔ ۱۵

''اے نبی مکرم کافی ہے آپ کو اللہ تعالیٰ اور جو آپ کے فرمانبردار ہیں مومنوں سے''۔

اللہ تعالیٰ کا آپ کے لیے کافی ہونا یہ ہے کہ وہ آپ کی کامیابی کے لیے اسباب پیدا فرمائے۔ اور مومنین کی آپ کے لیے کفایت یہ ہے کہ وہ اپنے آقا علیہ السلام کے دین کی خدمت کریں اور اعلاء کلمۃ الحق کے لیے جہاد کریں دنیا میں کامیابی کے اسباب کو جمع کرنے کی تیاری کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ''سنت'' کو بھی پیش نظر رکھا جائے۔

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۔ ۱۶

''یہ اللہ تعالیٰ کا دستور ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دستور میں تو ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پائے گا۔)

کامیاب ہونے والا توفیق یافتہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اعتماد کرتا ہے اور کامیابی اور سعادت کے حصول کے لیے وہ اسی پر توکل کرتا ہے اور وہ شرعی اسباب کو مہیا کرتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے انسان کی ترقی اور کامیابی کے لیے دنیا میں پیدا فرمایا ہے۔ پس ان دونوں امور کو جمع کرنا ہی حکمت ہے۔

وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَةَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ۔ ۱۷

''اور جسے عطا کی گئی دانائی تو یقیناً اسے دے دی گئی بہت بھلائی''۔

ہائے افسوس! مسلمانوں نے حضور ﷺ کا مادی اور معنوی جہاد بھلا دیا کہ آپ نے دشمنان اسلام سے جنگیں فرمائیں لشکروں کو تیار کیا بہادری کے کارہائے نمایاں دکھائے اور معاہدے بھی کیے اور ہجرت کا حکم بھی ارشاد فرمایا ان تمام احوال میں آپ نے اپنے رب کریم کی طرف رجوع کیا اور اسی پر توکل فرمایا۔

۱۶۔ سورہ الفتح (۲۳) ۱۷۔ سورۃ البقرۃ (۲۶۹)

اللہ رب العزت فرماتے ہیں۔

آلا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۔ ۱۸

''سنو! بے شک اولیاء اللہ کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اہل سنت والجماعت کے مذہب کے مطابق نبی کریم ﷺ سے آپ کی زندگی اور ظاہری زندگی کے بعد توسل و وسیلہ جائز ہے اسی طرح آپ علیہ السلام کے علاوہ انبیاء و مرسلین اور اولیاء صالحین سے توسل کرنا بھی جائز ہے جیسا کہ سابق ابواب میں احادیث طیبات گزر چکی ہیں ہمارا یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہے کہ پیدا کرنے بنانے یا تاثیر پیدا کرنے کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ نفع یا نقصان دے سکتے ہیں اسی طرح باقی زندہ یا مردہ کے بارے میں ہمارا یہی عقیدہ ہے۔

نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیاء و مرسلین صلوات اللہ علیہ وعلیہم اجمعین سے توسل کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور اسی طرح اولیاء و صالحین سے توسل بھی اسی اصول کے مطابق ہے اور ان کے زندہ ہونے اور فوت شدہ ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ کیونکہ وہ کوئی چیز پیدا کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی چیز میں ذاتی طور پر تاثیر پیدا کر سکتے ہیں ان سے صرف برکت حاصل کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ وہ اللہ تعالی کے محبوب بندے ہیں پیدائش۔ ایجاد۔ تاثیر یہ سب امور اللہ وحدہ لاشریک کے شایان شان ہیں۔

اور وہ لوگ جو زندہ اور فوت شدہ لوگوں سے توسل میں فرق کرتے ہیں اور توسل کو زندہ لوگوں سے مخصوص کرتے ہیں اور فوت شدہ لوگوں سے ان کے نزدیک توسل کرنا درست نہیں ہے ان لوگوں سے بھی لغزش ہوئی کیونکہ وہ یہ خیال کرتے ہیں زندہ لوگوں کے اعمال و افعال میں تاثیر ہوتی ہے حالانکہ اس قسم کا عقیدہ درست نہیں کیونکہ تاثیر حقیقی طور پر اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے جبکہ ارواح سے افادہ فیوض و برکات اور استفادہ

۱۸ سورۃ یونس (۶۲)

ہو سکتا ہے اور وہ ارواح اللہ کی طرف توجہ دیتی ہیں تا کہ متوسل یا وسیلہ پکڑنے والے کے لیے رحمت کا سوال کریں۔ اور یہ جائز امر ہے اور یہ ایک حقیقت ہے جو کسی بھی لغزش سے پاک ہے اس میں زندہ یا مردہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اس سلسلے میں انکار کرنے والوں کو ایک شبہ ہے کہ فوت شدہ جسم تو جامد و ساکت ہوتے ہیں نہ ان میں روح اور نہ ہی احساس اور نہ حاضرین سے مخاطب ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے تو توسل کیسے جائز ہوا ان حضرات کا یہ شبہ درست نہیں ہے کیونکہ انبیاء و رسل کے اجسام خراب نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالی نے زمین پر انبیاء و مرسلین کے جسم کو حرام قرار دیا ہے اور ان کی ارواح بھی باقی اور ثابت ہیں ان مقدس نفوس کی ارواح کو اللہ تعالی کے اذن سے شعور کی نعمت بھی حاصل ہے اور جب مسلمان ان پر صلوۃ وسلام پڑھتے یا ان کا وسیلہ پکڑتے ہیں اللہ تعالی انہیں اس بارے میں علم عطا فرما دیتا ہے۔

عقل مند آدمی کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ تشہد میں نبی کریم ﷺ کو براہ راست خطاب کیا جاتا ہے اور ہر مسلمان نماز میں یہ کہتا ہے۔ کہ

'' اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ''۔

''اے اللہ کے نبی آپ پر اللہ تعالی کی رحمت اور برکت نازل ہو''۔

اور یہ اللہ تعالی کے اس قول کے منافی نہیں ہے کہ۔

فَاِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی ۔ ۱۹

''پس آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے''۔

کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَاءُ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ ۔ ۲۰

'' بے شک اللہ تعالی سناتا ہے جس کو چاہتا ہے اور آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں

۱۹ سورۃ النمل (۸۰) سورۃ الروم (۵۲) ۲۰ سورۃ فاطر (۲۲)

ہوسکتا ہے اور وہ ارواح اللہ کی طرف توجہ دیتی ہیں تا کہ متوسل یا وسیلہ پکڑنے والے کے لیے رحمت کا سوال کریں۔ اور یہ جائز امر ہے اور یہ ایک حقیقت ہے جو کسی بھی لغزش سے پاک ہے اس میں زندہ یا مردہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اس سلسلے میں انکار کرنے والوں کو ایک شبہ ہے کہ فوت شدہ جسم تو جامد و ساکت ہوتے ہیں نہ ان میں روح اور نہ ہی احساس اور نہ حاضرین سے مخاطب ہونے کی صلاحیت ہوتی ہے تو توسل کیسے جائز ہوا ان حضرات کا یہ شبہ درست نہیں ہے کیونکہ انبیاء ورسل کے اجسام خراب نہیں ہوتے کیونکہ اللہ تعالی نے زمین پر انبیاء ومرسلین کے جسم کو حرام قرار دیا ہے اور ان کی ارواح بھی باقی اور ثابت ہیں ان مقدس نفوس کی ارواح کو اللہ تعالی کے اذن سے شعور کی نعمت بھی حاصل ہے اور جب مسلمان ان پر صلوۃ وسلام پڑھتے یا ان کا وسیلہ پکڑتے ہیں اللہ تعالی انہیں اس بارے میں علم عطا فرما دیتا ہے۔

عقل مند آدمی کے لیے یہ دلیل کافی ہے کہ تشہد میں نبی کریم ﷺ کو براہ راست خطاب کیا جاتا ہے اور ہر مسلمان نماز میں یہ کہتا ہے۔ کہ

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ"۔

"اے اللہ کے نبی آپ پر اللہ تعالی کی رحمت اور برکت نازل ہو"۔

اور یہ اللہ تعالی کے اس قول کے منافی نہیں ہے کہ۔

فَاِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی [19]

"پس آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے"۔

کیونکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یُسْمِعُ مَنْ یَّشَآءُ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ [20]

"بے شک اللہ تعالی سناتا ہے جس کو چاہتا ہے اور آپ نہیں سنانے والے جو قبروں میں

[19] سورہ النمل (۸۰) سورہ الروم (۵۲) [20] سورہ فاطر (۲۲)

ہیں"۔

بے شک اگر اللہ تعالی سننے کی صفت کی تخلیق نہ فرماتے تو کوئی بھی آدمی نہ سن سکتا حتی کہ بیداری کے عالم میں بھی کوئی سننے کی صلاحیت نہ رکھتا۔ لیکن اللہ تعالی انہیں سناتے ہیں۔ آپ کو یاد نہیں کیسے حضور ﷺ نے مقتولین بدر کو خطاب فرمایا جب کہ ان کو گڑھے میں پھینک دیا گیا تھا۔ اسی طرح آپ علیہ السلام کا ایک فرمان ذی شان ہے کہ مردہ چلنے والوں کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے اس طرح تو دفن کے بعد مردہ کو تلقین بھی ناجائز ہوئی۔ اگر کچھ لوگوں کا یہ شبہ ہے کہ اللہ تعالی کے سوا تو کسی میں تاثیر کی صلاحیت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم فوت شدہ آدمی سے تاثیر یا ایجاد کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ اس قسم کا نظریہ تو ایمان اسلام اور توحید کے منافی ہے۔

اگر الفاظ کی بناء پر شبہ ہے تو ان غیر محتاط الفاظ کا تدارک کر کے یا مسلمان کی تھوڑی سے تربیت کر کے بندگی کے عین مطابق الفاظ کو بولا جاسکتا ہے۔

توسل کو مطلقاً ناجائز قرار دینا جب کہ صحیح احادیث مبارکہ میں اس کا ثبوت موجود ہے انتہائی نامناسب ہے اور یہ کام حضور علیہ السلام آپ کے صحابہ کرام امت مسلمہ کے سلف وخلف سے صادر ہوا ہے اور توسل کو شرک وکفر قرار دینا اسلام کے صریح قوانین کے خلاف ہے اسلام میں کسی کو کافر قرار دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلم (نعوذ باللہ) کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کا ثبوت بھی موجود ہے جس کی تاویل کرنا مشکل ہو تو اس صورت میں کسی کو کافر قرار دیا جاسکتا ہے۔

کفر تو بہت بڑی بات ہے حضور علیہ السلام کے فرمان کے مطابق یہ امت گمراہ بھی نہیں ہوسکتی۔

لَا تَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَةٍ [22]

[22] نیل الاوطار ...... (8-239)

ہیں"۔

بے شک اگر اللہ تعالی سننے کی صفت کی تخلیق نہ فرماتے تو کوئی بھی آدمی نہ سن سکتا حتی کہ بیداری کے عالم میں بھی کوئی سننے کی صلاحیت نہ رکھتا۔ لیکن اللہ تعالی انہیں سناتے ہیں۔ آپ کو یاد نہیں کیسے حضور ﷺ نے مقتولین بدر کو خطاب فرمایا جب کہ ان کو گڑھے میں پھینک دیا گیا تھا۔ اسی طرح آپ علیہ السلام کا ایک فرمان ذی شان ہے کہ مردہ چلنے والوں کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے اس طرح تو دفن کے بعد مردہ کو تلقین بھی ناجائز ہوئی۔ اگر کچھ لوگوں کا یہ شبہ ہے کہ اللہ تعالی کے سوا تو کسی میں تاثیر کی صلاحیت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم فوت شدہ آدمی سے تاثیر یا ایجاد کا ارادہ نہیں رکھتے کیونکہ اس قسم کا نظریہ تو ایمان اسلام اور توحید کے منافی ہے۔

اگر الفاظ کی بناء پر شبہ ہے تو ان غیر محتاط الفاظ کا تدارک کر کے یا مسلمان کی تھوڑی سے تربیت کر کے بندگی کے عین مطابق الفاظ کو بولا جا سکتا ہے۔

توسل کو مطلقا ناجائز قرار دینا جب کہ صحیح احادیث مبارکہ میں اس کا ثبوت موجود ہے انتہائی نامناسب ہے اور یہ کام حضور علیہ السلام آپ کے صحابہ کرام امت مسلمہ کے سلف وخلف سے صادر ہوا ہے اور توسل کو شرک وکفر قرار دینا اسلام کے صریح قوانین کے خلاف ہے اسلام میں کسی کو کافر قرار دینے کا قاعدہ یہ ہے کہ اگر کوئی مسلم (نعوذ باللہ) کفر کا ارتکاب کرتا ہے اور اس کا ثبوت بھی موجود ہے جس کی تاویل کرنا مشکل ہو تو اس صورت میں کسی کو کافر قرار دیا جا سکتا ہے۔

کفر تو بہت بڑی بات ہے حضور علیہ السلام کے فرمان کے مطابق یہ امت گمراہ بھی نہیں ہو سکتی۔

لَا تَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ ۔ ۲۲

"میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی"۔

یہ ایک مشہور و معروف حدیث ہے جس کے بارے میں بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہ متواتر حدیث ہے اور قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ اس کی توثیق کرتی ہے کہ۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ۔

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو"۔ (سورۃ آل عمران)

جب یہ واضح آیات واحادیث موجود ہیں تو سب مسلمان یا ان کی اکثریت کیسے گمراہی پر اکٹھی ہو سکتی ہے جب کہ یہ بہترین امت کا لقب پا چکی ہے۔

جب ہم روضہ انور کے سامنے کھڑے ہو کر آپ کو خطاب کرتے ہیں کیونکہ آپ علیہ السلام کو مخاطب کرنا دین میں جائز ہے جیسا کہ ہم ہر تشہد میں آپ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہیں گویا کہ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالی نے آپ علیہ السلام کی روح مبارک کو بلند درجات عطا فرما رکھے ہیں وہ مقدس روح ایسے فضائل سے متصف ہے کہ جن کا علم صرف اللہ تعالی ہی کو ہے۔ بے شک اللہ تعالی آپ کو نمازیوں کے درود شریف اور غائب وحاضر افراد کے سلام کی خبر اور علم عطا فرما دیتا ہے۔

جب ہم نبی کریم ﷺ سے توسل کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہے ہم آپ سے دعا کے طلب گار ہوتے ہیں اور دعا کا طلب کرنا جائز امر ہے آپ علیہ السلام کی روح پاک کا مادی دنیا سے تعلق اور برزخی دنیا سے تعلق رکھنے میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ ارواح جب عالم برزخ میں چلی جاتی ہیں تو وہ عالم دنیا سے زیادہ صاف اور مضبوط ہو جاتی ہیں۔

اور جب ہم آپ علیہ السلام کی ذات مقدسہ کو وسیلہ بناتے ہیں یا آپ کے عظیم مرتبہ ومقام یا آپ کے حق جسیم "یعنی آپ کا بندگی کے لحاظ سے محض اللہ کے کرم سے جو مقام اللہ تعالی کے ہاں ہے یا آپ کی اطاعت' اعمال اور جہاد فی الدین میں فضیلت کو

"میری امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی"۔

یہ ایک مشہور و معروف حدیث ہے جس کے بارے میں بعض محدثین فرماتے ہیں کہ یہ متواتر حدیث ہے اور قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ اس کی توثیق کرتی ہے کہ۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ .

"تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہو"۔ (سورۃ آل عمران)

جب یہ واضح آیات و احادیث موجود ہیں تو سب مسلمان یا ان کی اکثریت کیسے گمراہی پر اکٹھی ہو سکتی ہے جب کہ یہ بہترین امت کا لقب پا چکی ہے۔

جب ہم روضہ انور کے سامنے کھڑے ہو کر آپ کو خطاب کرتے ہیں کیونکہ آپ علیہ السلام کو مخاطب کرنا دین میں جائز ہے جیسا کہ ہم ہر تشہد میں آپ علیہ السلام کو خطاب کرتے ہیں گویا کہ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی روح مبارک کو بلند درجات عطا فرما رکھے ہیں وہ مقدس روح ایسے فضائل سے متصف ہے کہ جن کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو نمازیوں کے درود شریف اور غائب و حاضر افراد کے سلام کی خبر اور علم عطا فرما دیتا ہے۔

جب ہم نبی کریم ﷺ سے توسل کا لفظ استعمال کرتے ہیں تو اس کا معنی یہ ہے ہم آپ سے دعا کے طلب گار ہوتے ہیں اور دعا کا طلب کرنا جائز امر ہے آپ علیہ السلام کی روح پاک کا مادی دنیا سے تعلق اور برزخی دنیا سے تعلق رکھنے میں کوئی فرق نہیں ہے بلکہ ارواح جب عالم برزخ میں چلی جاتی ہیں تو وہ عالم دنیا سے زیادہ صاف اور مضبوط ہو جاتی ہیں۔

اور جب ہم آپ علیہ السلام کی ذات مقدسہ کو وسیلہ بناتے ہیں یا آپ کے عظیم مرتبہ و مقام یا آپ کے حق جسیم "یعنی آپ کا بندگی کے لحاظ سے محض اللہ کے کرم سے جو مقام اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے یا آپ کی اطاعت' اعمال اور جہاد فی الدین میں فضیلت کو

---

۳ ابوداؤد......... (2_339-341)

وسیلہ بناتے ہیں تو یہ روایات صحیحہ کی روشنی میں درست ہے جیسا کہ گزشتہ ابواب میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور جب حضور ﷺ سے شفاعت کا قصد کیا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ معزز شفاعت فرمانے والے ہیں اور آپ کی شفاعت قابل قبول بھی ہے آپ علیہ السلام کا شفاعت فرمانا ثابت ہے اور اس کا اللہ تعالیٰ کے محض کرم و فضل سے مقبول ہونا بھی ثابت ہے کسی کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ شفاعت سے روکے یا اس کا انکار کرے۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ شرک ہے یہ شرک کا وہم محض ان کو شرک کے معنی سے عدم واقفیت کی بنیاد پر ہوا ہے شرک یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالیٰ کی الوہیت' ربوبیت یا تخلیق میں کسی کو شریک ٹھہرائے۔ یعنی یہ عقیدہ ہو کہ مذکورہ صفات میں کوئی ذات اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ہے تو یہ شرک ہوا۔ لیکن کہاں شرک اور کہاں حضور علیہ السلام سے توسل کرنا جب کہ ان کے بارے میں عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کے بندے رسول اور نبی معظم ﷺ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے شفاعت اور وسیلہ اور مقام محمود مخصوص فرما دیا ہے۔ وسیلہ پکڑنے والے اہل ایمان کو بتوں کے پجاریوں پر قیاس کرنا۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بطور دلیل پیش کرنا کہ

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى .ــ ۲۴

"ہم نہیں عبادت کرتے ان کی مگر محض اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ کا مقرب بنا دیں"۔

اور اسی طرز کی مزید آیات مبارکہ سے دلیل پکڑنا۔ اصل میں سچ سے منہ موڑنے اور حقیقت سے انحراف کرنے کے مترادف ہے اندھے' جاہل اور گمراہ بت پرست قوم اور ہدایت یافتہ ملت اسلامیہ جو اللہ تعالیٰ واحدہ لاشریک پر یقین کامل رکھتی ہے دونوں کو ایک ترازو میں تولنا کہاں کا انصاف ہے۔ وہ آدمی جو قرآن پاک پڑھتا ہوا اور اس کے معانی و مفہوم سے

---

۲۴ سورہ الزمر.......... آیت (۳)

وسیلہ بناتے ہیں تو یہ روایات صحیحہ کی روشنی میں درست ہے جیسا کہ گزشتہ ابواب میں اس کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور جب حضور ﷺ سے شفاعت کا قصد کیا جائے تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ معزز شفاعت فرمانے والے ہیں اور آپ کی شفاعت قابل قبول بھی ہے آپ علیہ السلام کا شفاعت فرمانا ثابت ہے اور اس کا اللہ تعالی کے محض کرم وفضل سے مقبول ہونا بھی ثابت ہے کسی کو اس بات کا حق نہیں کہ وہ شفاعت سے روکے یا اس کا انکار کرے۔

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ شرک ہے یہ شرک کا وہم محض ان کو شرک کے معنی سے عدم واقفیت کی بنیاد پر ہوا ہے شرک یہ ہے کہ آدمی اللہ تعالی کی الوہیت/ربوبیت یا تخلیق میں کسی کو شریک ٹھہرائے۔ یعنی یہ عقیدہ ہو کہ مذکورہ صفات میں کوئی ذات اللہ تعالی کے ساتھ شریک ہے تو یہ شرک ہوا۔ لیکن کہاں شرک اور کہاں حضور علیہ السلام سے توسل کرنا جب کہ ان کے بارے میں عقیدہ ہے کہ وہ اللہ کے بندے رسول اور نبی معظم ﷺ ہیں اور اللہ تعالی نے ان کے لیے شفاعت اور وسیلہ اور مقام محمود مخصوص فرمادیا ہے۔ وسیلہ پکڑنے والے اہل ایمان کو بتوں کے پجاریوں پر قیاس کرنا۔

اور اللہ تعالی کا یہ فرمان بطور دلیل پیش کرنا کہ

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۔ ۲۴

''ہم نہیں عبادت کرتے ان کی مگر محض اس لیے کہ یہ ہمیں اللہ کا مقرب بنادیں''۔

اور اسی طرز کی مزید آیات مبارکہ سے دلیل پکڑنا۔ اصل میں سچ سے منہ موڑنے اور حقیقت سے انحراف کرنے کے مترادف ہے اندھے/جاہل اور گمراہ بت پرست قوم اور ہدایت یافتہ ملت اسلامیہ جو اللہ تعالی واحدہ لاشریک پر یقین کامل رکھتی ہے دونوں کو ایک ترازو میں تولنا کہاں کا انصاف ہے۔ وہ آدمی جو قرآن پاک پڑھتا ہوا اور اس کے معانی ومفہوم سے

۲۴ سورہ الزمر ...... آیت (۳)

واقفیت رکھتا ہو کیا اس کے نظریات جاہل بت پرستوں جیسے ہوں گے اپنے وقت کے عظیم علماء مدرسین کی نظر سے کیا یہ آیت نہیں گزری ہوگی کہ۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔ ۲۲

''کہہ دیجئے کہ میں تو تمہاری طرح انسان ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے بے شک تمہارا معبود ایک ہی ہے''۔

اور اللہ تعالی کے اس فرمان کے بعد آپ علیہ السلام نے اپنے رشتہ داروں کو رب کے عذاب سے ڈرایا۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۔ ۲۳ ''اور ڈرائیے اپنے قریبی رشتہ داروں کو''۔

ہم اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ جو مسلمان مذکورہ حقائق کو ملاحظہ کرے گا تو وہ ساری امت مسلمہ کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوگا اور عام آدمی اس سے ہدایت پائے گا اور خواص اس کی تائید کریں گے پس دین تو خیر خواہی کا نام ہے اور یہ خیر خواہی اللہ تعالی اس کے رسول ﷺ اس کی کتاب ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کے لیے ہے خیر خواہی شکوک وشبہات سے پاک ہوتی ہے قرون اولی سے آج تک کے مسلمانوں کو گمراہ قرار دینا کہاں کی خیر خواہی ہے۔ صدیاں گزر گئیں اور مسلمان ہدایت پر قائم رہے۔

پس ہمارے لیے مناسب نہیں کہ ہم بے دریغ اہل قبلہ کو کافر قرار دیں بلکہ یہ فعل حرام ہے الحمد اللہ ہم مسلمان ہیں اور ہم کسی اہل قبلہ کو کافر قرار نہیں دیتے جب تک اس کے خلاف قطعی دلائل یا ٹھوس ثبوت نہ ہوں۔ کلی طور پر ایک طرف جھک جانا اور حقائق سے انحراف کرنا کہاں کی دانشمندی ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ افراط وتفریط سے بچا جائے اور درمیانی راستہ اختیار کیا جائے اور ہر حق دار کو اس کا حق ادا کیا جائے۔

یہی وہ صراط مستقیم ہے جس پر چلنے والے اللہ تعالی کے انعام کے مستحق ٹھہرتے ہیں وہ نفوس قدسیہ یہ ہیں اللہ تعالی کا رسول ﷺ آپ کے صحابہ کرام/ تابعین تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین اللہ تعالی ان کے صدقے ہم پر بھی کرم فرمائے آمین۔

۲۲ سورہ الکہف ...... آیت (۱۱) ۲۳ سورہ الشعراء ...... آیت ۲۱۴

عنقریب طالبات کیلئے شعبہ درس نظامی کا اجراء

ادارہ ھذا کی اخلاقی اور مالی امداد فرما کر ثواب دارین حاصل کریں

اکاؤنٹ نیشنل بنک پپل 7-5353